عقل کو گم کرنے والے سنسنی خیز انکشافات

برأة حضرة تھانویؒ

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہٖ الذین اصطفیٰ اللّٰہ خیرامّا یشر کون امابعد..............

قادیانیوں نے حکیم الامت حضرۃ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''المصالح العقلیہ'' میں بعض عبارات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے لفظاً لفظاً ملتے پایا تو انہوں نے دعوٰی کیا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ عبارات مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے لی ہیں، اور یقیناً انہی سے لی ہیں۔

ان کے دوست محمد شاہد نے ۵ مئی اور ۷ مئی ۱۹۸۳ء کے الفضل ربوہ میں پہلی بار یہ انکشاف کیا اور پھر ان کے ہفت روزہ لاہور نے اس مضمون کو اپنے اہتمام سے شائع کیا اور دعوٰی کیا کہ مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے لیے ہیں اور یہ بھی الزام لگایا کہ مولانا تھانویؒ نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ مضامین انہوں نے کسی اور مصنف سے لیے ہیں۔

دوست محمد شاہد کے اس الزام نے عوام میں ایک عجیب پریشانی پیدا کر دی کہ مولانا تھانویؒ جیسے جلیل القدر اور شہرہ آفاق عالم نے مرزا غلام احمد کی عبارات کو کیوں اپنا ظاہر کیا ہے مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ مولانا تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں صاف لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں بعض مضامین کسی اور کتاب سے لیے ہیں، اس

میں چونکہ بہت سی باتیں غلط بھی تھیں اور کچھ مضامین صحیح تھے۔ اس لیے مولانا تھانویؒ نے اس کتاب کا نام ذکر نہ کیا تاکہ اس میں لوگوں کی غلط رہنمائی کا گناہ ان پر نہ آئے۔ لیکن یہ صاف لکھ دیا کہ کچھ مضامین آپ نے کسی اور کتاب سے لیے ہیں۔ اور آپ نے یہ بات کسی معرض خفا میں نہیں رکھی۔

المصالح العقلیہ کے اس مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں حضرت تھانویؒ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ فیصلہ آپ خود کریں کہ دوست محمد شاہد کا یہ الزام کہ حضرت تھانوی نے کہیں نہیں لکھا کہ مضامین انہوں نے کسی اور مصنف سے لیے ہیں کہاں تک صحیح ہے حضرت تھانوی اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

''احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہونگی جو اصولِ شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں مگر یہ مصلحتیں نہ سب خصوص ہیں نہ سب مدارِ احکام اور نہ ان میں انحصار ہے۔'' (المصالح العقلیہ ص۱۴۔۱۵)

ہم نے حضرت تھانویؒ کی یہ تصریح دیکھی تو قادیانی خیانت کا پردہ اچانک چاک ہو گیا۔ وہ حیرت جاتی رہی جو دوست محمد شاہد قادیانی کے مذکورہ سابقہ مضمون سے پیدا ہوئی تھی مگر اس پر حیرت ضرور ہوئی کہ دوست محمد قادیانی کو اتنا صریح جھوٹ بولنے اور مغالطہ دینے کی جرأت کیسے ہوئی کہ مولانا تھانویؒ نے کسی قسم کا حوالہ دیئے بغیر دوسروں کی عبارات کو اپنا ظاہر کیا ہے۔ اگر وہ یوں کہتے کہ مولانا تھانویؒ نے اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں لیا جہاں سے بعض عبارات انہوں نے لی ہیں تو بیشک انہیں اس سوال کا حق پہنچتا تھا لیکن اس حوالے کا سرے سے ذکر نہ کرنا اور لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ مولانا تھانویؒ نے غلام احمد کی یہ عبارات بغیر کسی قسم کا حوالہ دیئے اپنے نام سے پیش کر دی ہیں۔

قادیانیوں کی کھلی خیانت اور ان کے صریح جھوٹ کی ایک نئی مثال ہے۔ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ شرمائیں ان کے لیے حضرت تھانوی پر جھوٹ باندھنا کوئی بعید از عقل بات نہ تھی۔

ہم نے ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال کی اگست ۱۹۸۳ء کی ایک اشاعت میں دوست محمد شاہد سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس غلط بیانی کی برسرِ عام معافی مانگیں مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی، البتہ ان کے ایک ایڈووکیٹ محمد شبیر ہرل نے ہفت روزہ لاہور کی ۲۷ اگست کی اشاعت میں دوست محمد صاحب کی اس خیانت کو حق بجانب ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ہم نے ہفت روزہ خُدام الدین لاہور کی ۱۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں عذر گناہ بدتر از گناہ کے عُنوان سے اس کا پورا تعاقب کیا۔ قادیانیوں کے دو پہلوان دوست محمد اور محمد شبیر ہرل چت گرے تو ان کی طرف سے بورے والا کے عبد الرحیم بھٹہ، ہفت روزہ لاہور کی ۲۹ اکتوبر کی اشاعت میں سامنے آئے اور ایک ایسا مضمون لکھا جو تضاد بیانی، حیرت سامانی اور بوکھلاہٹ میں اپنی مثال آپ ہے اور اس لائق نہیں کہ اس کی تردید کرنے کی کہیں ضرورت محسوس ہو۔

یہ قادیانی مضمون نگار اگر یہ کہتے کہ مولانا تھانویؒ نے اپنے اس مقدمہ کتاب میں صرف ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ ان کی کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی ایک کتاب سے نہیں ان کی پانچ کتابوں کے اقتباسات ہیں تو پھر بھی کوئی بات تھی اور ہمارے ذمہ ہوتا کہ ہم حضرت تھانویؒ کی طرف سے کوئی جواب گذارش کریں۔ مگر افسوس کہ دوست محمد قادیانی نے اپنے اس انکشاف کی خشتِ اول ہی کچھ ایسی ٹیڑھی رکھی تھی کہ اس پر جو دیوار بنتی گئی ٹیڑھی ہی بنتی گئی۔ یہاں تک کہ عبد اللہ ایمن زئی نے اس پر ایک رسالہ ''کمالاتِ اشرفیہ'' لکھ مارا، اس طنز آمیز نام سے کتاب کی خوب اشاعت کی۔

ایمن زئی صاحب نے بھی کہیں یہ ذکر نہ کیا کہ مولانا تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے بعض مضامین کسی دوسری کتاب سے لیے ہیں۔ اگر وہ یہ بات لکھ دیتے تو ان کی یہ نشان دہی ''مذہبی دنیا میں زلزلہ'' کیسے بنتی اور وہ اپنے اس رسالہ کو ''عقل کو گم کر دینے والے انکشافات'' کیسے کہتے۔ اس کی انہیں کوئی راہ نہ ملتی تھی۔

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

افسوس کہ یہ لوگ ایک ہی لکیر پیٹتے رہے کہ مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے بغیر کسی قسم کا حوالہ دیئے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ ہم نے ان قادیانی مضموں نگاروں کے ہر مضمون پر ان کا نوٹس لیا اور انہیں اس غلط بیانی اور خیانت سے رجوع کرنے کی دعوت بھی دی مگر افسوس کہ ان حضرات نے کہیں بھی اپنی اس خیانت پر پریشانی کا اظہار نہ کیا اور نہ انہیں اپنی اس علمی خیانت سے توبہ کی توفیق ہوئی۔

آیئے اب ہم اصل موضوع پر کچھ حقائق عرض کرتے ہیں۔

عقلی حکمتیں مولانا تھانویؒ کی نظر میں

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت بلند پایہ اور راسخ فی العلم عالم دین تھے، ان کے ہاں احکام دین کی یہ مصلحتیں نہ منصوص ہیں اور نہ مدارِ احکام، بلکہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ لوگ اس قسم کے مباحث میں نہ پڑیں لیکن وہ انہیں اس سے روکنے پر قادر نہ تھے، مجبوراً انہوں نے ایک صحیح سمت رخ موڑا۔

آپؒ نے ان میں سے وہ مضامین جو ان کے نزدیک اصولِ شریعت کے خلاف نہ تھے لے لیے اور اس کتاب کے مؤلف کا نام نہ بتایا کہ اس کی نشاندہی پر لوگ اس کتاب کی طرف نہ دیکھیں جو تمام تر رطب ویابس سے پُر تھی اور عامۃ الناس کو اس کا دیکھنا سخت مضر تھا۔ مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں

غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ و فرعیہ کا نصوص ہیں لیکن اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں مصالح اور اسرار بھی ہیں اور اگر مدار ثبوت ان احکام کا ان پر نہ ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لیکن ان میں خاصیت ضرور ہے کہ بعض طبائع کے لیے ان کا معلوم ہو جانا احکامِ شرعیہ میں مزید اطمینان پیدا کرنے کے لیے ایک درجہ میں معین ضرور ہے گو اہل یقین راسخ کو اس کی ضرورت نہیں۔" (المصالح العقلیہ ص ۱۳)

حضرۃ مولانا تھانویؒ کی اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ انہوں نے اس ایک کتاب سے مضامین اس لیے نہیں لیے کہ مولانا کو خود ان کی ضرورت تھی یا وہ انہیں کسی درجہ میں علم و معرفت کا سرمایہ سمجھتے تھے، بلکہ محض اس لیے کہ ان کے بیان سے وہ علم و یقین کے ضعفاء کو کسی درجہ میں کچھ تسلی دے سکیں۔ حضرۃ مولانا تھانویؒ کی اس تصریح کے باوجود جناب عبد اللہ ایمن زئی، حضرت مولانا تھانویؒ کو اس آبِ حیات کا متلاشی بتلا رہے ہیں۔ جو ہندوستان کے کئی راہ گم کردہ لوگوں کے لیے زہر ثابت ہو چکا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ حضرۃ مولانا جیسے راسخین فی العلم کے ہاں ان مضامینِ عقلیہ کا کچھ وزن نہیں وہ حضرت مولاناؒ کو اس "چشمۂ فیض" سے سیراب ہوتا یوں پیش کرتے ہیں ان کے مندرجہ ذیل پانچ نکات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت تھانویؒ اس نکتے پر غور فرما رہے تھے کہ خنزیر کو حرام قرار دینے کا عقلاً کیا جواز ہے، اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو لٹریچر تخلیق ہوا اور بڑے بڑے علماء و مفسرین نے اس مسئلے پر جو کچھ لکھا وہ سب حضرت تھانویؒ کی نظر میں تھا مگر انہوں نے یہ سارا سرمایۂ معرفت ایک طرف رکھ دیا اور مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں حرمت خنزیر کے جو اسباب بیان کیے تھے وہ اپنی

کتاب میں نقل کر دیئے۔ (ایضاً ص ۱۶)

(۲) حضرت تھانویؒ اپنی کتاب کی تصنیف کے وقت غور فرما رہے تھے کہ نماز پنجگانہ میں کیا حکمتیں ہیں اسی دوران میں ''ان کی نظر سے مرزا صاحب کی مذکورہ کتاب گذری'' اس میں بیان کردہ حکمتیں حضرت تھانویؒ کو اس قدر پسند آئیں کو اس قدر کہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل فرما دیں۔'' (ایضاً ص ۱۶)

(۳) حضرت مولانا تھانوی کتاب کے لیے اس موضوع پر غور وفکر اور مطالعہ فرما رہے تھے تلاش و تحقیق کے دوران مرزا صاحب کی کتاب ''نسیمِ دعوت'' انہیں ملی انہوں نے یہ کتاب پڑھی اور محسوس کیا انسانی قویٰ کے استعمال کے جو طریقے مرزا صاحب نے قرآن شریف پر تدبر'' کرنے کے بعد بیان کیے ہیں ان سے بہتر نکات بیان نہیں کیے جا سکتے۔'' (ایضاً ص ۱۶)

(۴) روح اور قبر کے تعلق کے بارے میں صدیوں تک علماء اور حکماء اسلام نے بحث کی اور آخر یہی نتیجہ نکالا کہ قبر کے ساتھ روح کا تعلق کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے پیشِ نظر بھی یہی مسئلہ تھا.......... اسی دوران میں حضرت تھانویؒ کی نظر سے مرزا صاحب کی ایک تقریر گذری.......... مرزا صاحب کی تقریر کی ساری عبارت حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب میں شامل کر لی۔ (ایضاً ص ۲۰)

(۵) حضرت مولانا تھانویؒ نکاح اور طلاق کی حکمتوں پر غور فرما رہے تھے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب آریہ دھرم میں نکاح و طلاق کی حکمتوں پر بحث کر چکے تھے۔ حضرت تھانویؒ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس سے استفادہ کیا، مولانا مغفور مرزا صاحب کی بحث کو پڑھ کر اسے اپنے رنگ میں اور اپنے الفاظ میں بیان کر سکتے تھے..... مگر حضرت تھانویؒ کو خراجِ تحسین ادا کرنا پڑتا ہے کہ انہوں

نے دھوکہ فریب سے کام لینے کی بجائے مرزا صاحب کی یہ ساری بحث مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں اپنی کتاب کی زینت بنا دی۔

ان پانچوں اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ ان مسائل میں واقعی ضرورت مند تھے اور مرزا صاحب کی کتابوں میں ان کی مشکل کا حل موجود تھا اور انہوں نے اپنی یہ مشکل مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی حل کی جناب عبد اللہ ایمن زئی نے یہ عبارات لکھتے ہوئے حضرت تھانویؒ کے اس جُملہ کو چھوا تک نہیں جو حضرت تھانویؒ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ چکے تھے اور اس سے پوری حقیقتِ حال سے پردہ اُٹھتا تھا۔ وہ جُملہ یہ ہے۔

اہلِ یقین راسخ کو اس کی ضرورت نہیں لیکن بعض ضعفاء کے لیے تسلی بخش اور قوت بخش بھی ہے............الخ

اب آپ ہی غور کریں کہ حضرت تھانویؒ تو ان مضامین عقلیہ کو کوئی علم وعرفان کا موضوع قرار نہیں دے رہے۔ ضعفاء ایمان کے لیے محض ایک تسلی کا سامان کہہ رہے ہیں اور عبداللہ ایمن زئی صاحب ہیں کہ خلاف مراد متکلم حضرت تھانویؒ کو ان مضامین میں تحقیقِ حق کا جویا بتلا رہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کو غور وفکر میں ڈوبا ہوا۔ ظاہر کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں اب جو شخص حضرت تھانویؒ کے اس مقدمہ کو پڑھے گا اور پھر ایمن زئی صاحب کی ان عبارات کو دیکھے گا وہ بلا تامل کہے گا کہ ایمن زئی صاحب نے ان عبارات میں حق و انصاف کا خون کیا ہے، اور کچھ بھی خدا کا خوف نہیں کیا، جو بات حضرت تھانویؒ نے نہ صرف ضعفاء ایمان کے لیے تسلی کا سامان بتائی تھی اسے ایمن زئی نے خود حضرت تھانوی جیسے راسخ فی العلم کے لیے سرمایہ یقین ٹھہرایا ہے۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم یہ کھلی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

عقلی حکمتیں اور رُوحانی معارف

عبد اللہ ایمن زئی نے یہ جانتے ہوئے کہ مولانا تھانویؒ کے نزدیک احکامِ اسلام کی مصلحتوں اور حکمتوں کا علم سرے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ وہ اسے کسی پہلو میں روحانی معارف میں جگہ دیتے ہیں مولانا تھانویؒ کی کتاب المصالح العقلیہ کو روحانی معارف کی کتاب سمجھ لیا ہے۔ ایمن زئی صاحب یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ مولانا تھانویؒ تو سرے سے ہی ان کے خلاف تھے، انہیں محض ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لیے سامانِ تسلی سمجھتے تھے۔ کاش کہ ایمن زئی صاحب حضرت تھانویؒ کی یہ عبارت ہی مقدمہ میں دیکھ لیتے۔

''ہمارے زمانہ میں تعلیم جدید کے اثر سے جو آزادی طبائع میں آگئی ہے اس سے بہت سے لوگوں کو ان مصالح کی تحقیق کا شوق پیدا ہوگیا ہے اور گو اس کا علاج تو یہی تھا کہ ان کو اس سے روکا جائے۔''
(المصالح العقلیہ ص۱۴)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کے ہاں ان کی یہ کتاب کوئی روحانی معارف کی کتاب نہ تھی، انہوں نے ادنیٰ سمجھ والوں کے لیے احکامِ اسلام کی یہ چند مصلحتیں ذکر کی ہیں تاکہ عوام کو ان میں رغبت ہو۔ افسوس کہ ایمن زئی صاحب نے انہیں روحانی معارف کا خزانہ یا قرآن مجید کی کوئی بہت بڑی تفسیر سمجھ لیا اور ثابت کرنے کی کوشش کی اور کہا دیکھو مولانا تھانویؒ جیسا جب جلیل القدر عالمِ مرزا صاحب سے روحانی معارف کا سبق لے رہا ہے۔ ایمن زئی صاحب لکھتے ہیں۔

لاکھوں انسانوں کے پیشوا حضرۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مشہور و معروف کتاب احکامِ اسلام عقل کی نظر میں، ایک ایسی پر معارف تصنیف

ہے جس کے اسرار و معارف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مختلف اور متعدد کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵)

پھر ایمن زئی صاحب یہ بھی لکھ گئے:

اپنے زمانے کا اتنا بڑا عالم جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین پڑھایا، وہ اپنی کتاب احکامِ اسلام عقل کی نظر میں لکھتے ہوئے اتنا بے بس ہو گیا کہ روحانی معارف بیان کرنے کے لیے اسے مرزا صاحب کی کتابوں کا سہارا لینا پڑا۔ (ایضاً ص ۵)

مولانا تھانویؒ تو اپنی اس کتاب کو روحانی معارف کا خزانہ بالکل نہیں کہہ رہے بلکہ صراحت کر رہے ہیں کہ راسخ العلم اہلِ یقین کو اس کی کوئی ضرورت نہیں صرف ضعفاء اسلام کے لیے اس میں کچھ تسلی کا سامان ہے مگر ایمن زئی صاحب ان کی کتاب پر عقیدت کا وہ حاشیہ چڑھا رہے ہیں جو حضرت تھانویؒ کے مریدین میں سے بھی کسی کو آج تک نہیں سوجھا ہوگا۔ یہ اس لیے نہیں کہ انہیں حضرت تھانویؒ سے عقیدت ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اپنے اس اظہار سے مرزا غلام احمد کے بارے میں اپنے بیمار ذہن کو کچھ تسکین دینا چاہتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ کی کتاب میں غیر مسلموں کی نقول

مولانا تھانویؒ نے اپنی اس کتاب میں احکامِ اسلام کی بعض حکمتیں غیر مسلموں سے بھی نقل کی ہیں۔ آپ ایک مقام پر ایک جرمن مقالہ نویس سے اسلام کے حفظِ صحت کے اصولوں میں ایک حکمت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

"اسلام نے صفائی اور پاکیزگی اور پاکبازی کی صاف وصریح ہدایات کو نافذ کر کے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے غسل اور وضو کے واجبات نہایت دُور اندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک ہونا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے

پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ کو صاف کرنا اور دانتوں کو مسواک کرنا، ناک کے اندرونی گردو غبار وغیرہ کو دُور کرنا یہ تمام حفظ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آب رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے لحم خنزیر اور بعض ممنوع جانوروں کے اندر امراضِ ہیضہ و ٹائی فائیڈ بخار وغیرہ کا خطرہ دریافت کر لیا تھا۔

(المصالح العقلیہ ص ۲۹۸ منقول از اخبار وکیل ۱۸ جون ۱۹۱۳ء ۶۶۲)

عبداللہ ایمن زئی کیا اس جرمن مقالہ نویس کو قرآنی معارف کا سرچشمہ کہیں گے؟ کہ مولانا تھانوی جیسا بڑا عالم اسلام احکام کی ایک حکمت اس غیر مسلم سے نقل کر رہا ہے۔ مولانا تھانویؒ نے جرمنی کے ڈاکٹر کوخ کی بھی ایک تحریر احکام اسلام کے مصالح عقلیہ میں پیش کی ہے۔ ہم اس کا بھی ایک اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں۔

جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء الکلب کے لیے تیر بہدف علاج ہونا دریافت ہو گیا ہے اس وقت سے میں اس عظیم الشان شخص کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں۔ اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات مرتبہ دھولو چھ مرتبہ پانی سے ایک مرتبہ مٹی سے یہ حدیث دیکھ کر مجھ کو خیال آیا کہ محمدؐ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی بات میں فضول گوئی نہیں ہو سکتی، ضرور اس میں کوئی مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عنصروں کی کیمیائی تحلیل کر کے ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ استعمال شروع کیا آخر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتے ہی مجھ پر منکشف ہو گیا کہ

اس مرض کا یہی علاج ہے۔

(المصالح العقلیہ ص ۳۰۲ منقول از اخبار مدینہ بجنور ۹ مارچ ۱۹۱۷ء)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ حضرۃ مولانا تھانویؒ نے احکامِ اسلام کے مصالح عقلیہ بیان کرنے میں کچھ مضامین غیر مسلموں سے بھی لیے ہیں۔ ڈاکٹر موریس فرانسیسی، مسٹر آرنلڈ وہائٹ، مسٹر ایڈورڈ براؤن کی تحریرات کے ساتھ ساتھ آپ نے گورو بابا نانک سے بھی کچھ باتیں نقل کی۔ یہ کوئی دینی سند یا قرآن و حدیث کی تفسیر نہیں جو غیر مسلموں سے نقل کی جارہی ہے۔ مباحث عقلیہ میں غیر مسلموں سے کوئی بات لے لینا ہرگز کسی پہلو سے ممنوع نہیں، کوئی پڑھا لکھا شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرۃ مولانا تھانویؒ نے اس جرمن مقالہ نویس یا ڈاکٹر کوخ سے یا ان دوسرے غیر مسلم مضمون نگاروں سے روحانی معارف حاصل کیے ہیں۔ اب آپ نے اگر ان غیر مسلموں میں مرزا غلام احمد سے بھی کچھ باتیں مباحثِ عقلیہ میں لے لیں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا جو ایمن زئی صاحب ان الفاظ میں نکال رہے ہیں۔

> "راقم تو اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اگر علامہ تھانوی جیسے عالم بے بدل اور لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشوا نے روحانی علم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چشمہ علم و معرفت سے حاصل کیا تو پھر اس زمانے میں علم دین اور روحانیت کا سرچشمہ تو مرزا صاحب ہوئے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۴۸)

محترم! اگر آپ اپنی اس عبارت کا یہ آخری جزء یوں لکھتے تو آپ کی دیانتداری کسی درجہ میں لائق تسلیم ہوتی اور پھر ہم اس کا بھی کچھ جواب عرض کرتے۔

''مسلمانوں کے روحانی پیشوا نے روحانی علم جرمنی کے غیر مسلم مستشرق، جرمنی کے ڈاکٹر کوخ، بابا نانک اور مرزا غلام احمد قادیانی کے چشمۂ علم و معرفت سے حاصل کیا ہے۔''

ایمن زئی صاحب کا اِس مقام پر صرف مرزا غلام احمد کو ذکر کرنا ان کے رازِ دروں کا پتہ دے رہا ہے۔ اوپر کی عبارت میں خط کشیدہ لفظ اگر ہم نے اس لیے لکھا ہے کہ واقعۃً حضرت تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے کوئی بات نہیں لی اور محض الفاظ اور عبارات کے ملنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین واقعی غلام احمد کی کتابوں ہی سے لیے ہیں۔ علمی اور منطقی پہلو سے کسی طرح صحیح نہیں۔ آئندہ ہم اس پر تفصیل سے بات کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کی اس کتاب کا موضوع سرے سے روحانی معارف نہیں۔ یہ سب مباحث عقلیہ ہیں جو اس کتاب میں پائے جاتے ہیں اور ان میں غیر مسلم کی بات لے لینی بھی کسی پہلو سے محلِ کلام نہیں۔ مولانا تھانویؒ کی اس کتاب میں احکامِ اسلام کی ہزاروں عقلی مصلحتیں مذکور ہیں، ان میں سے جو باتیں مرزا غلام احمد کے ساتھ مشترک ہیں وہ مولانا تھانویؒ کی بیان کردہ کل مصالح عقلیہ کا ۱/۱۰۰ حصہ بھی نہیں جس کا دل چاہے گن کر دیکھ لے اور موازنہ کر لے اور پھر اس پر قادیانیوں کے اس دعوے کو بھی منطبق کرے کہ یہ سب روحانی معارف مرزا غلام احمد سے ہی ماخوذ ہیں۔ ہم بطور اصول تسلیم کرتے ہیں کہ مصالح عقلیہ کے اخذ کرنے میں ماخوذ منہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں حکمت کی بات مومن کی اپنی متاع گمشدہ ہے۔ جہاں سے اسے ملے وہ اسی کی ہے۔ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا ھواحق بھا

ایمن زئی صاحب کی عقیدت حضرۃ تھانویؒ سے صرف لفظی ہے

جناب عبداللہ ایمن زئی گو اپنے آپ کو قادیانی نہیں کہہ رہے لیکن ان کی سطر سطر راز دروں پردہ کا پتہ دے رہی ہے۔ حضرۃ تھانویؒ کی عقیدت میں بھی وہ رطب اللسان ہیں لیکن ان کی ایک بات پر بھی وہ پورا یقین کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مولانا تھانوی کی وہ کونسی بات ہے جسے ایمن زئی صاحب تسلیم نہیں کر رہے۔ وہ حضرۃ تھانویؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ مضامین ایک کتاب سے لیے ہیں۔

احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے ہیں۔

(احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۱۶)

ایمن زئی صاحب نے کمالاتِ اشرفیہ کے ص ۷، ص ۱۶، ص ۲۰، ص ۲۷، ص ۳۳ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے اقتباسات لیے ہیں۔ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک کتاب (اور وہ بھی مرزا غلام احمد کی نہیں) سے یہ لیے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جو شخص حضرۃ تھانویؒ کی بات کا اعتبار نہیں کرتا وہ کہاں تک ان کا معتقد ہو سکتا ہے۔ سو ایمن زئی صاحب کی حضرت تھانویؒ سے عقیدت محض ایک لفظی کھیل ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرۃ تھانویؒ نے حوالہ میں مصنف کا نام کیوں نہیں

حضرۃ تھانویؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ حوالہ تو دیا کہ انہوں نے اس کے بعض مضامین ایک کتاب سے نقل کیے جس میں رطب ویابس ہر طرح کے مضامین تھے جو مضامین ان کے ہاں رو بصحت تھے انہوں نے ان میں سے

بہت سے مضامین لے لیے۔ لیکن یہ سوال باقی رہا کہ اس کتاب کا مصنف کون تھا اور یہ کہ حضرۃ تھانویؒ نے اس کا نام کیوں نہیں لیا؟

اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے آپ اس مصنف کے بارے میں حضرت تھانویؒ کی رائے معلوم کر لیں اور پھر خود سوچیں کہ آپ کے لیے ان کا نام لینا مناسب تھا یا نہ تھا؟ اور آپ نے اس کا نام نہ لے کر مسلمانوں کے ساتھ اور خود اس مصنف کے ساتھ خیر خواہی کی ہے یا بدخواہی؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حکیم الامت تھے ان کے ہر عمل میں دینی حکمت جھلکتی ہے وہ ایک کم علم اور کمزور فکر آدمی کا تعارف کرا کر اس کے غلط افکار کی اشاعت میں حصہ دار بننا نہیں چاہتے تھے اور جو باتیں اس کے قلم سے صحیح نکلیں انہیں بحوائے حدیث ضائع جانے دینا بھی نہیں چاہتے تھے کہ حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے جہاں سے بھی ملے وہ اسے لے لے۔ اس نازک مرحلہ پر حضرت حکیم الامۃ ایک بیچ کی راہ پر چلے، کتاب کا ذکر کر دیا کہ انہوں نے کچھ باتیں ایک کتاب سے لی ہیں، جس کا مصنف علم وعمل کی کمی کے باعث اس کتاب میں رطب ویابس لے آیا ہے اور اس کتاب کا نام نہ لیا کہ لوگ اس کے غلط مندرجات سے گمراہ نہ ہوں اور نہ مصنف کا نام لیا تاکہ اس کی مزید رسوائی نہ ہو۔ حکیم الامت اس نازک موڑ پر ایک ایسی راہ چلے ہیں جو ان کے پیرووں کے لیے واقعی ایک نمونہ ہے۔ کوئی غیر محتاط عالم ہوتا وہ کبھی نہ اس سلامتی سے اس منجدھار سے باہر نکلتا، حضرت تھانویؒ نے اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں جو رائے تحریر فرمائی ہے اسے ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں اس کی روشنی میں اس کتاب اور اس کے مصنف کا نام ذکر نہ کرنے میں جو دینی حکمت تھی وہ خود آپ کے سامنے آجائے گی، آپ لکھتے ہیں۔

چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی کتاب ہے جس کو کسی قلم نے لکھا ہے مگر علم و عمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب و یابس اور غث و سمین سے پُر ہے۔ ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے رکھی ہے اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدوں اس کے کہ اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جاوے اس کے مطالعے سے روکنا بھی خارج من القدرۃ ہے اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا ہو جو ان مفاسد سے مُبَرَّا ہو۔ ایسے لوگوں کے لیے مہیا کیا جاوے تا کہ اگر کسی کو ایسا شوق ہو تو وہ اس کو دیکھ لیا کریں۔ کہ اگر مورث منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا (البتہ جس طبیعت میں مصالح کے علم سے احکامِ الٰہیہ کی عظمت و رفعت کم ہو جاوے یا وہ ان کو مدارِ احکام سمجھنے لگے کہ ان کے انتفاء سے احکام کو منتفی اعتقاد کرے یا ان کو مقصود بالذات سمجھ کر دوسرے طریق سے ان کی تحصیل کو بجائے اقامت احکام کے قرار دے لے جیسا کہ اوپر بھی ان مضار کی طرف اجمالاً اس قول میں اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ ''چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق مضر بھی ہوتا ہے۔''

تو ایسے طبائع والوں کو ہرگز اس کی اجازت نہیں ہے۔ احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے ہیں اور اس میں احکامِ مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصولِ شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہامِ عامہ کے قریب ہوں، مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب

مدار احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۴/ ۱۵)

یہ عبارت خود بول رہی ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام کیوں نہیں لیا۔ افسوس کہ قادیانی مضمون نگار اس بات کو پا نہ سکے اور انہوں نے مصنف کا نام نہ لکھنے کی یہ وجہ اپنی طرف سے تصنیف کی۔

"اگر حضرۃ مولانا تھانویؒ اپنی کتاب میں مرزا صاحب کا نام یا ان کی کسی کتاب کا نام درج کر دیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہو جاتے اور ان کی کتاب کو نذرِ آتش کر دیتے۔ یقین ہے کہ انہیں اپنے وطن (تھانہ بھون) کو بھی خیر باد کہنا پڑتا، اس لیے حضرت مولاناؒ نے فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مرزا صاحب کا حوالہ دیئے بغیر ان کے بیان کردہ معارف اپنی کتاب میں درج کر دیئے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۴۶)

جواباً گذارش ہے کہ مصنف کا نام نہ لکھنے کی اگر یہی وجہ ہوتی اور حقیقت میں فیض حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا تو حضرۃ تھانویؒ چلتے چلتے مصنف پر یہ تبصرہ ہرگز نہ کرتے جاتے کہ موصوف علم و عمل کی کمی کے باعث رطب و یابس میں فرق کرنے کے لائق نہیں۔ مولانا کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حضرتؒ کے دل میں اس کی کوئی عظمت نہ تھی اور نہ ہی حضرتؒ نے اس سے کوئی اکتسابِ فیض کیا تھا، انہوں نے اس کا نام محض اس لیے نہ لیا کہ اسے مزید بے آبرو نہ کیا جائے نہ اس کتاب کی غلط اشاعت سے اپنے اوپر کوئی گناہ کا بار لیا جائے۔

کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں اسرار حکمت کہاں

رہا یہ سوال کہ ایک کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں یہ اسرار حکمت کہاں سے آ گئے؟ جواباً گذارش ہے کہ یہاں علم سے مُراد کتاب و سنت کا علم ہے اور مصنف مذکور کو کم علم اسی پہلو سے کہا گیا ہے رہے عقلی مباحث اور خیالی باتیں تو ان میں بعض دفعہ اَن پڑھ لوگ بھی بڑی دُور کی بات کہہ جاتے ہیں۔ فلسفہ اور

حکمت پر لکھنے والے غیر مسلموں میں بھی بہت گزرے اس سے کوئی تاریخ کا طالبعلم انکار نہیں کر سکتا۔ حضرۃ تھانویؒ کی اس کتاب کا موضوع کوئی علمی معارف نہ تھے محض عقلی باتیں تھیں جو ضعفاء ایمان کو کسی درجہ میں تسلی دیں ایسی بعض باتیں اگر کسی کم علم اور کم عمل شخص پر بھی کھل جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی کم علم آدمی علماء سلف کی تحریروں میں غور و فکر کرتے کرتے اور ان سے اس قسم کا سرمایہ دانش اکٹھا کرتے کرتے بات سے بات نکالنے میں اس درجہ کامیاب ہو جائے کہ اس کے بعض مضامین جو روبصحت ہوں اور اصولِ شرعیہ سے نہ ٹکراتے ہوں وہ بعض راسخ فی العلم اہلِ یقین کو پسند آ جائیں اور وہ انہیں اپنے الفاظ میں بدلنے کی محنت کیے بغیر انہیں ان کے اپنے لفظوں میں ہی نقل کر دیں اور سرقہ کے الزام سے بچنے کے لیے محض اِتنا کہہ دیں کہ انہوں نے بعض مضامین کسی اور کتاب سے لیے ہیں۔

حضرۃ تھانویؒ نے جس کتاب سے مضامین مذکورہ لیے اس کا مصنف اسی قبیل کا شخص معلوم ہوتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین ہرگز ہرگز مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں لیے ان کا ماخذ صرف ایک کتاب ہے نہ کہ مرزا صاحب کی پانچ کتابیں۔ کشتیٔ نوح، آریہ دھرم، اسلامی اصول کی فلاسفی، نسیم دعوت اور برکات الدعا۔ ان پانچ کتابوں کے کچھ مضامین بھی تو کسی ایک کتاب سے ہی ماخوذ ہو سکتے ہیں۔

عبارات ملنے سے کیا ضروری ہے کہ وہ انہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟

حضرت تھانویؒ جیسے جلیل القدر عالم کی کتاب میں مرزا غلام احمد کی کتابوں کی بعض طویل عبارات کا من وعن پایا جانا ہمیں اس باب میں زیادہ غور و فکر اور تحقیق و تفحص پر مجبور کرتا ہے۔ عبارات ملنے سے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ مرزا صاحب کی ہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟ کیا اس میں کسی اور احتمال کی

گنجائش نہیں کیا انسانی عقل و تجربہ یہاں کسی اور احتمال کو جگہ نہیں دیتے؟ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی اور مصنف سے مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں سے یہ اقتباسات بلا حوالہ دیئے اپنی کتاب میں لیے ہوں اور حضرۃ تھانویؒ نے انہیں اس مصنف کی اصل کتاب سے لیا ہو؟ مرزا صاحب کی ان کتابوں کو دیکھا بھی نہ ہو؟ ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے ایک ہی رٹ لگائے جانا کہ حضرت تھانویؒ نے ضرور یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے ہیں انہیں عقل کو گم کردینے والے انکشافات کے نام سے عوام کے سامنے لانا قادیانی علمِ کلام ہی ہوسکتا ہے کسی صاحب دیانت عالم کو ایسا کہنے کی کبھی جرأت نہیں ہوسکتی۔

قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ یہ سب احتمالات عقلی ہیں اور ایسے موضوعات میں محض امکان کوئی وزن نہیں رکھتا۔ صرف اسی احتمال کو اہمیت دی جا سکتی ہے جو ناشي عن الدليل ہو۔ ہم جواباً کہیں گے کہ حضرۃ تھانویؒ نے جب واشگاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ انہوں نے یہ اقتباسات ایک کتاب سے لیے ہیں (نہ یہ کہ پانچ کتابوں سے) تو کیا یہ دلیل اس احتمال کو جگہ نہیں دیتی کہ حضرت تھانویؒ کے سامنے واقعی کوئی اور کتاب تھی۔ اس ناشي عن الدليل احتمال کو کلیتہً نظر انداز کرنا اور اس پر اصرار کرنا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین لازماً مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے محض ضِد نہیں تو اور کیا ہے؟

دوست محمد شاہد، محمد شبیر ہرل اور عبداللہ ایمن زئی میں کچھ بھی تحقیق کا پاس ہوتا تو وہ اس کتاب کی ضرور تلاش کرتے جس میں انہیں مرزا صاحب کی کتابوں کے پانچ اقتباسات ایک ہی کتاب میں مل جاتے مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرۃ تھانویؒ کی اس بات کو صحیح مانا جائے کہ انہوں نے یہ مضامین واقعی ایک کتاب سے لیے ہیں تو پھر ان دو احتمالات میں سے ایک کو ضرور اپنے جگہ دینی ہوگی اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ عبارات

یقیناً مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیں۔ کسی دوسری ایک کتاب سے لی ہیں۔
ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کا مطالعہ کیا اور پھر ایمن زئی صاحب کی کتاب زلزلہ فگن دیکھی تو اس یقین سے چارہ نہ رہا کہ حضرۃ تھانویؒ نے قطعاً یہ مضامین، مرزا صاحب، کی کتابوں سے نہیں لیے اس پر ہم نے ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی ۱۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں اس عنوان کے تحت لکھا تھا

صورت حال کا صحیح جائزہ

قادیانیوں نے اس بحث میں اب تک جتنے مضمون لکھے ہیں ان میں سے کسی میں حضرت مولانا تھانویؒ کی دیانت اور نیت پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صِدق مقالی پر انہیں بھی عمومی اتفاق رہا ہے اور واقعی حضرت تھانویؒ اس صدی کے مجدد دکھائی دیتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ المصالح العقلیہ کے مقدمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی مضامین ایک ایسی کتاب سے نقل کیے ہیں جس میں بیشتر باتیں غلط تھیں۔ مولانا تھانویؒ نے اس ایک کتاب کے سوا اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایک ہی ایسی کتاب تھی۔ جس سے آپ نے اپنی پسند کی بعض باتیں لے لیں اور انہیں عام عقل کے قریب پایا۔

دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ حضرت تھانویؒ کی اس کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کی عبارات ملتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ اپنے مقدمہ میں اگر ایک کتاب کا ذکر کر سکتے تھے تو پانچ کتابوں کا ذکر کرنے میں انہیں انکار کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟ کوئی نہیں! سو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آپ کے سامنے واقعی ایسی ایک کتاب تھی جیسا کہ آپؒ نے بیان کیا نہ کہ پانچ۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کی عبارات موجود ہیں۔ جو انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں کسی ایک

کتاب سے لی ہیں۔

تینوں مضمون نگار اپنے کسی مضمون میں اس تعارض کو حل نہیں کر پائے۔ نہ انھوں نے کوئی اور خارجی حوالے پیش کیے ہیں کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ مضامین واقعی مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے ہی اخذ کیے ہیں۔ فمن ادعی فعلیه البیان.

رفع تعارض

رفع تعارض کے لیے تمام عقلی احتمالات سامنے لائے جاتے ہیں۔ یہاں رفع تعارض اس صورت میں ہوتا ہے کہ کسی اور کتاب کو مرزا صاحب اور حضرت مولانا تھانویؒ میں واسطہ بنایا جائے اور سمجھا جائے کہ اس کتاب میں مرزا صاحب کی پانچوں کتابوں کے مضامین بلاحوالہ منقول ہوں گے اور مولانا تھانویؒ نے اس کتاب سے وہ مضامین اپنی کتاب میں لیے ہوں گے رفع تعارض کے لیے سب احتمالات کو دیکھنا ہوتا ہے راقم الحروف نے اگر اس رفع تعارض کے لیے کہ ایسا عین ممکن ہے اگر ان قادیانیوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب محمد شبیر ہرل علمی مضامین اور تاریخی تحقیقات کے کوچہ میں کبھی بھول کر بھی نہیں گذرے ورنہ وہ کبھی اسے عذر گناہ بدتر از گناہ کا عنوان نہ دیتے۔"

قادیانی حضرات ہمارے اس بیان پر بہت سیخ پا ہوئے ہیں لیکن علمی طور پر وہ ان دو احتمالات کی راہ بند نہ کر سکے، ہمارے پیش کردہ احتمال ناشی عن الدلیل تھے اور قادیانیوں کو انہیں قرار واقعی جگہ دینی چاہیے تھی مگر وہ تو اسی نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انھوں نے واقعی عقل کو گم کر دینے والے انکشافات کیے ہیں ہم کہیں گے کہ ان سے عقل واقعی گم ہوئی ہے جنہوں نے اور طرف سوچنا ہی چھوڑ دیا ہماری نہیں نہ ان کی جنہوں نے صورتِ حال کا صحیح جائزہ لیا اور آخر کار

وہ اپنے اس دعویٰ پر آ گئے کہ کتاب بھی پیش کرو۔ جن سے دونوں نے یہ مضامین لیے ہوں۔

قادیانیوں کو نصف صدی بعد یہ انکشاف کیوں ہوا

حضرت مولانا تھانویؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے اب اس مسئلہ کو کیوں اُٹھایا اور نصف صدی اس پر کیوں خاموش رہے؟ اگر یہ بات اس وقت اٹھائی جاتی جب حضرت تھانویؒ کے وہ احباب و خلفاء موجود تھے جو اپنے وقت میں اس کا جواب دے سکتے تھے وہ حضرت تھانویؒ، سے بھی بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے وہ فوراً بتا دیتے کہ حضرت تھانویؒ نے کس ایک کتاب سے یہ اقتباسات لیے ہیں۔ لیکن قادیانیوں نے یہ بات اس وقت اُٹھائی جب حضرۃ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ایک ایک کر کے جا چکے تھے۔ جونہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات ہوئی قادیانی یہ انکشاف لے کر سامنے آ گئے کہ شاید اب اس دور کا کوئی شخص نہ ملے جو حضرت تھانویؒ کی اس تالیف کا پس منظر سامنے لا سکے۔

قادیانیوں کی یہ اتنی طویل خاموشی خود اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت تھانویؒ نے بہت عبارات مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیں لیکن محض اس امید پر کہ اب شاید اس دور کا کوئی آدمی نہ رہا ہو۔ جو صورت واقعہ کی عینی شہادت دے سکے وہ اچانک یہ انکشاف سامنے لے آئے۔

اہل اسلام کی طرف سے جوابی کارروائی

ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کو پڑھتے ہی مذکورہ احتمالات جو ناشی عن الدلیل تھے پیش کر دیئے تھے تاکہ وہ اس ایک کتاب کی تلاش کریں جہاں سے مرزا صاحب اور مولانا تھانویؒ دونوں نے یہ اقتباسات لیے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ ہماری اس درخواست پر کچھ عمل کیا جاتا، عبداللہ ایمن زئی نے کمالاتِ اشرفیہ کے نام سے ایک رسالہ اس میں لکھ مارا اور وہی لکیر پیٹتے رہے کہ کچھ بھی ہو حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے ہیں۔

دوست محمد شاہد تو اس مذکورہ انکشاف کے بعد سامنے نہیں آئے ممکن ہے انہیں وہ کتاب مل گئی ہو جہاں سے حضرۃ تھانویؒ نے یہ اقتباسات لیے تھے لیکن ان کی جماعت کے محمد شبیر ہرل اور عبدالرحیم بھٹہ (بورے والا کے) اس پر برابر مصر رہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ ''کسبِ فیض'' مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی کیا ہے دوست محمد شاہد کو چاہیے تھا کہ اگر انہیں وہ کتاب مل گئی تھی تو وہ اپنے ان ساتھیوں کو بھی اس کا پتہ دے دیتے۔

ہم نے ان قادیانی مضمون نگاروں کا پورا تعاقب کیا اور اس کے مبلغ و مؤرخ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ہم نے انہیں یہ اصولی بات سمجھائی کہ حضرۃ تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ ایک کتاب ہے اور حضرت نے یہ باتیں سب اسی کتاب سے لی ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے اور انہیں (قادیانیوں کو) حضرت تھانویؒ کی اس بات کو سچ جاننا چاہیے اور حضرت کا دیا ہوا حوالہ ذکر کرنے کے بغیر اپنے اس انکشاف کو آگے نہ پھیلانا چاہیے کیونکہ پھر یہ ایک انکشاف نہ ہوگا ایک خیانت ہوگی۔

حضرۃ تھانویؒ کے اصل ماخذ کی نشاندہی

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک ہم عصر مولوی محمد فضل خان کی کتاب ہے جو موضع چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کا رہنے والا تھا انگریز حکومت کے بہت قریب تھا۔ ایک مجلس کی طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں اس نے جولکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غیر مقلد تھا اور کئی غیر مقلد (جیسے حکیم نورالدین بھیوی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی مرزا غلام احمد کے پیروؤں میں شامل تھے یہ غیر مقلد فضل محمد خاں بھی مرزا غلام احمد کا معتقد تھا فلسفہ و حکمت کے پیرائے میں لکھنے کی اسے اچھی مشق تھی یہاں تک کہ مرزا صاحب بھی اس سے بہت استفادہ کرتے تھے اور حکیم نور الدین بھی اس سے اس کی کتابیں بڑی عقیدت مندی سے لیتے تھے۔ مرزا غلام احمد کی پانچوں کتابوں کی عبارات اس کی کتاب اسرارِ شریعت میں مختلف مواقع پر من وعن موجود ہیں۔ ان مباحث میں نہ جائیں اس مؤلف نے مرزا صاحب کی کتابوں سے یہ مضامین لیے ہیں یا مرزا صاحب نے اس کے مسودات سے یہ مضامین نقل کیے ہیں یا دونوں نے اپنے سے پہلے کی کسی کتاب سے لیے ہیں سردست ہم اس پر بحث نہیں کرتے اس وقت صرف حضرۃ تھانویؒ کی براۃ پیشِ نظر ہے کہ حضرۃ نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں لیے اس ایک کتاب سے لیے ہیں۔ اور اس کتاب کا نام اسرارِ شریعت ہے۔

کتاب اسرارِ شریعت کا تعارف

اسرارِ شریعت تین ضخیم جلدوں میں ایک اُردو تالیف ہے۔ مؤلف نے شریعت کے جملہ مسائل و احکام کو عقلی اور فطری استناد مہیا کرنے کی ایک بھر پور کوشش کی ہے۔ ناپختہ علم کے باعث جا بجا ٹھوکریں بھی کھائی ہیں اور کئی بے بنیاد باتیں بھی کی ہے۔ تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف مذکور نے اس عظیم مہم کو

سرانجام دینے میں تیرہ سو سال کے علماء اسلام اور فلاسفہ حکمت کی کتابوں کا بھی کچھ مطالعہ کیا ہوگا۔ یہ کاوش ان کی پوری زندگی کا نچوڑ معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ضمنی طور پر بعض مسائل شریعت کو ہی عقل کے ڈھانچے میں نہیں ڈھالا گیا۔ بلکہ جملہ مسائل شریعت کو باب وار عقلی اور فطری استناد مہیا کیا گیا ہے۔ سو اس باب میں یہ کتاب اصول کی حیثیت رکھتی ہے بڑی جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں میں جہاں یہ بحثیں کی ہیں۔ ان کی ان کتابوں کا موضوع مسائل شریعت کا فطری جائزہ نہیں ماسوائے ایک کتاب کے (اسلامی اصول کی فلاسفی) باقی سب کتابوں کے موضوع دوسرے ہیں۔ مرزا صاحب نے ان میں ضمناً یہ عقلی مباحث ذکر کیے ہیں کتابوں کے نام خود ان مختلف موضوعات کا پتہ دے رہے ہیں۔ کشتیٔ نوح، وآریہ دھرم، برکاتِ الدعا، نسیم دعوت وغیرہ سو اس میں شک نہیں کہ کتاب اسرارِ شریعت اس موضوع کی ایک اصولی کتاب ہے اور مرزا صاحب کی کتابیں ضمناً کہیں کہیں ان عقلی مباحث کو لے آئی ہیں۔ اسرارِ شریعت تین جلدوں کی ایک ضخیم کتاب ہے جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف کے کم از کم پندرہ بیس سال اس کتاب کی تالیف پر لگے ہوں گے۔ مؤلف نے اس کے سرورق پر لکھا ہے۔

"یہ کتاب صرف میری طبع زاد یا خیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام میں تیرہ سو سال سے اس زمانہ تک جو بڑے بڑے مشہور و معروف روحانی فلاسفر اور ربانی علماء کرام گزرے ہیں اکثر مسائل کے اسرار و فلاسفیاں ان کی تقاریر مقدمہ سے بھی اخذ کی گئی ہیں۔ الغرض اسلامی تائید کے لیے اُردو زبان میں جامع بے نظیر اس فن میں یہی ایک کتاب شائع ہوئی ہے اور اسلامی علوم کے اسرار بیان کرنے میں بحرِ محیط ہے۔"

اہلِ علم اور اہلِ قلم پر مخفی نہیں کہ تیرہ سو سال کے بڑے بڑے علماء کی

کتابوں کو کھنگالنا، ان کے خلاصے نکالنا اور ان پر غور وفکر کرنا اور پھر انہیں اپنے الفاظ میں باب وار لانا اور تین ضخیم جلدوں پر ایک بحر محیط پیش کرنا کوئی ایسا کام نہیں جو چار پانچ سال کی پیداوار ہو۔ یہ عظیم کام پندرہ بیس سال سے کم کسی طرح اس نہج پر ترتیب نہیں پا سکتا۔ یہ مؤلف کی پوری زندگی کا حاصل ہو گا۔ تاہم مؤلف اس کتاب میں حضرت امام غزالی، امام فخرالدین رازی، حضرت شیخ سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی جیسے حکماء اسلام کے پیرایہ بیان تک نہیں پہنچ سکے ورنہ حضرت تھانویؒ یہ نہ کہتے کہ اس کتاب کے بہت سے ایسے مضامین بھی ہیں جو شیرازہ شریعت سے منطبق ہوتے کہیں نظر نہیں آتے معلوم ہوتا ہے مصنف اپنی اس علمی کاوش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مرزا غلام احمد سے وابستگی کے بعد اس کے اس علمی سفر میں کافی روک آ گئی تھی اور اس سے بہت سے ایسے مضامین بھی صادر ہوئے جن میں کوئی فکری اور علمی جھلک نہیں پائی جاتی اس کتاب (اسرارِ شریعت) کا یہ تعارف آپ کے سامنے آ چکا ہے اس کے ان انکشافات کا بھی کچھ مطالعہ فرمائیں۔ اب ہم بھی چند انکشافات ہدیہ قارئین پیش کرتے ہیں۔

انکشاف نمبر ا

مرزا غلام احمد کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ اسرارِ شریعت ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی۔ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں ہی کتاب نے ترتیب پائی ہے اور جونہی کتاب شائع ہوئی قادیانی سربراہ حکیم نور الدین نے بیس کتابوں کا آرڈر دیدیا اور اسے عام تقسیم کیا۔ قادیانیوں کی یہ اس قسم کی کارروائی پتہ دیتی ہے کہ قادیانی حلقے اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس کتاب سے اچھی طرح واقف تھے اور انہیں اس کی اشاعت کا شدید انتظار تھا

ورنہ کسی کتاب کا اشتہار دیکھ کر انسان پہلے وہ کتاب منگاتا ہے اسے صحیح پائے تو مزید نسخوں کا آرڈر دیتا ہے۔ اسرارِ شریعت جلد دوم کے آخری صفحہ پر مؤلف مولوی محمد فضل خاں صاحب لکھتے ہیں۔

''علامہ حکیم نور الدین صاحب امام فرقہ احمدیہ نے کتاب اسرارِ شریعت کا اشتہار دیکھتے ہی محض ازراہ امداد اسلامی بیس نسخے خریدنے کا خط خاکسار کو لکھا اور بعد طبع سالم قیمت پر بیس نسخے خرید لیے......''

یہ خط کب لکھا گیا؟ کتاب کی طباعت سے پہلے، کتاب چھپنے پر سالم قیمت پر بیس کتابیں خرید لی گئیں..... کتاب کب شائع ہوئی ۱۳۲۷ھ میں .... ظاہر ہے کہ یہ خط کتاب کی اشاعت سے ایک دو سال پہلے لکھا گیا ہو گا۔ اُن دِنوں کتابوں کے اشتہار ان کی اشاعت سے کافی پہلے نکلتے تھے۔ خود مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار اس کے چھپنے سے کتنا پہلے نکلا تھا؟ سو اس میں شک نہیں کیا جا سکتا ہے کہ حکیم نور الدین صاحب کا یہ خط خود مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا گیا ہے اور متبادر یہی ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ایماء سے ہی لکھا گیا ہو گا۔ ہاں جس وقت مؤلف نے مذکورہ بالا نوٹ لکھا اس وقت حکیم نور الدین بیشک جماعت کے امام بن چکے تھے۔ اگر یہ خط واقعی مرزا صاحب کے ایماء سے لکھا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس سے اچھی طرح باخبر تھے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مسودہ یا مؤلف کی بعض تحریرات خطوط کی شکل میں مرزا صاحب کی نظر سے گذری ہوں اور مؤلف نے مرزا صاحب کی علمی امداد کے لیے یہ انہیں بھیجی ہوں۔

انکشاف نمبر۲

حکیم نور الدین صاحب سے زیادہ کون مرزا غلام احمد کے قریب ہو گا اور ان سے زیادہ کس کی مرزا صاحب کی کتابوں پر نظر ہو گی؟ انہوں نے کتاب

اسرارِ شریعت اتنے شوق سے منگائی بھی اور پڑھائی بھی۔ اور اس میں بعض لمبے لمبے مضامین کو مرزا صاحب کی کتابوں سے لفظ بہ لفظ ملتے بھی پایا ہوگا مصنف نے ان عبارات کے آگے مرزا صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اس پر حکیم نور الدین صاحب اور ان کے حلقے کے لوگ برابر خاموش رہے اور کسی نے یہ بات نہ اٹھائی کہ اس کے بعض مندرجات مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کے مندرجات سے ہو بہو ملتے ہیں۔ حکیم صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے یہ آواز کیوں نہ اٹھائی......؟ اور عقل کو گم کر دینے والا جو انکشاف آج نصف صدی بعد مولانا تھانویؒ کے خلاف ہوا وہ اسی وقت مولوی محمد فضل خاں آف گوجر خاں کے خلاف کیوں نہ ہو سکا اس پس منظر میں جھانکنے کی شدید ضرورت ہے۔

اس کا ایک ہی جواب ہے جو قرینِ قیاس ہے وہ یہ کہ اس وقت مولوی محمد فضل خاں زندہ تھے جو اس بات پر واضح طور پر کہہ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد نے ان مضامین کا کسبِ فیض خود ان سے کیا ہے اور یہ کہ یہ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ اپنی کتابوں کے دوران تصنیف وہ وقت کے دیگر اہل قلم سے قلمی امداد لیتے تھے۔ اگر اس بات کے کھلنے کا ڈر نہ تھا تو بتلایئے حکیم نور الدین صاحب اور ان کے احباب اس پر کیوں بالکل خاموش رہے؟ اور پوری جماعت پون صدی تک اس پر خاموش کیوں رہی؟...... آئندہ ہم ان اقتباسات کو جو دوست محمد شاہد یا عبد اللہ ایمن زئی نے مرزا غلام احمد اور حضرۃ تھانویؒ کی عبارات کے تقابلی مطالعہ میں پیش کیے ہیں ہم مولوی محمد فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی تقابلی عبارات میں پیش کریں گے۔

انکشاف نمبر ۳

یہ گمان نہ کیا جائے کہ مولوی محمد فضل خان نے ان مضامین پر مرزا غلام احمد کا حوالہ اس لیے نہ دیا ہوگا کہ عام لوگ ان کے مخالف نہ ہو جائیں۔ یہ وہ

توجیہ ہے جو عبداللہ ایمن زئی نے حضرۃ تھانویؒ کے بارے میں اختیار کی ہے۔

ایمن زئی صاحب حضرۃ تھانویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کے صفحات نقل کرتے ہوئے ان کی کتب کے حوالے کیوں درج نہیں کیے .... اگر حضرت تھانویؒ اپنی کتاب میں مرزا صاحب کا نام یا ان کی کسی کتاب کا نام درج کر دیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہو جاتے اور ان کی کتاب کو نذر آتش کر دیتے۔'' (کمالاتِ اشرفیہ ص ۴۵، ۴۶)

ممکن ہے قادیانی مضمون نگار مولوی محمد فضل خاں کے بارے میں بھی یہی توجیہ اختیار کریں۔ہم جواباً عرض کریں گے۔ یہاں ایسا کوئی احتمال سرے سے نہیں ہے۔ مولوی محمد فضل خاں نے اس کتاب اسرارِ شریعت میں بعض مضامین مرزا غلام احمد کے دوسرے ساتھیوں سے لیے ہیں اور انہیں ان کا حوالہ دے کر اپنی کتاب میں جگہ دی ہے..... غلامی کی فلاسفی پر مولوی محمد علی لاہوری کا ایک پورا مضمون مصنف نے اپنی اس کتاب کی دوسری جلد کے ص ۲۶۵ پر دیا ہے جو ص ۳۲۹ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔مضمون کے آخر میں لکھا ہے۔

''حقیقت غلامی کا مضمون رسالہ ریویو آف ریلیجنز مؤلفہ علامہ مولوی محمد علی سے لیا گیا ہے''۔ (اسرارِ شریعت جلد نمبر ۲ ص ۳۲۹)

مؤلف نے ایک مقام پر مرزا غلام احمد کا بھی نام لیا ہے اور انہیں ایسے الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ جسے دیندار مسلمان کسی طرح پسند نہیں کرتے لیکن مؤلف نے کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کا نام واضح طور پر لیا ہے۔حکیم نور الدین صاحب کا حوالہ بھی ایک جگہ دیا ہے۔ (اسرار شریعت جلد دوم ص ۳۸۰) مرزا غلام احمد کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں۔

''مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم اور ان کے حلقہ کے لوگ

حضرت عیسیٰؑ کو فوت شدہ مانتے اور ان کے نزول بروزی وظہور مہدی وخروج دجال کے قائل ہیں'' (اسرارِ شریعت جلد ۳ ص ۳۷۶)

آنحضرت ﷺ کے معراج کے متعلق مؤلف مذکور جمہور مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے خلاف واشگاف لفظوں میں لکھتا ہے اور اسے یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے۔موصوف لکھتے ہیں۔

''درحقیقت یہ سرِ کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے...... یہ سفر اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا'' (ایضاً ص ۳۶۱)

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اس احتمال کو قطعاً کوئی راہ نہیں کہ مؤلف نے عامۃ الناس کے دباؤ کے تحت ان اقتباسات کو مرزا صاحب کے نام سے نہ لکھا ہوگا...... حق یہ ہے کہ اس نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیے، نہ اسے دوسروں کی محنت کو اپنے نام سے پیش کرنے کا شوق تھا، اگر وہ مولوی محمد علی لاہور کا مضمون اس کے نام سے پیش کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا تو مرزا صاحب کی باتیں ان کے نام سے پیش کرنے میں اسے کیا خوف محسوس ہوسکتا تھا۔ سو یہ واضح ہے کہ اس نے یہ عبارت مرزا صاحب سے نہیں لیں۔ بلکہ اس کے برعکس مرزا صاحب نے یہ مضامین مولوی محمد فضل خاں سے لیے ہیں۔

انکشاف نمبر ۴

ممکن ہے قادیانی کہیں کہ مرزا صاحب ملہم ربانی تھے اور مولوی محمد فضل خاں ایک عام مؤلف اور دونوں ایک زمانے کے تھے۔ سو قرین قیاس یہ ہے کہ مولوی محمد فضل خاں نے مرزا صاحب سے مضامین لیے نہ کہ مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خاں سے جواباً گذارش ہے کہ مولوی محمد فضل خاں بھی اپنی جگہ مدعی الہام تھے اور اپنے آپ کو مرزا صاحب سے کم نہ سمجھتے تھے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

کئی ایام سے میں اسی مضمون بعث اخروی کو مرتب کر رہا ہوں، پرسوں دوپہر کے وقت لکھتے ہوئے مجھ پر نیند غالب آ گئی اور بین النوم والیقظہ مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی جس کو میری روح اور جسم دونوں نے یکساں محسوس کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ حشر اجسام ضرور ہوگا اور قبر و حشر میں عذاب و ثواب روح و جسم دونوں پر وارد ہوگا ...... لیکن اس اجمال کی تفصیل منکشف نہیں ہوئی۔

(ایضاً جلد نمبر ۳ ص ۴۹۰)

مؤلف جب خود اس روحانی مقام کے مدعی ہیں کہ ایسی کیفیات ان پر اجمالاً منکشف ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں مرزا صاحب کی کتابوں سے ان اقتباسات کو بلاحوالہ لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی، سو قرین قیاس یہی ہے کہ خود مرزا صاحب نے ہی ان سے قلمی استفادہ کیا ہے۔ ورنہ ان کی جماعت کے لوگ اسرارِ شریعت کے ان مندرجات پر ضرور سوال اٹھاتے۔

ایک سوال

یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد فضل خاں کے قلمی مسودات سے یا ان کے خطوط سے یہ مضامین لیے ہوں تبھی لائق تسلیم ہوسکتی ہے کہ مرزا نے کبھی اپنی کتابوں کے دورانِ تالیفِ وقت کے دوسرے اہلِ علم سے بھی کبھی مدد مانگی ہو اور انہیں کہا ہو کہ وہ اپنی کتابوں میں ان کے مضامین کو بھی حسب موقع جگہ دیں گے اور اس طرح اسلام کی ایک مشترکہ خدمت ہوگی۔

جواباً عرض ہے کہ ہاں مرزا غلام احمد کی واقعی عادت تھی کہ وہ وقت کے دیگر اہلِ علم سے علمی مدد مانگتے اور انہیں برملا کہتے تھے کہ وہ اسے اپنی کتابوں میں حسب موقع جگہ دیں گے۔ سو یہ کیا ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خانصاحب سے بھی اسی قسم کی مدد مانگی ہو اور یہ اقتباسات مولوی محمد فضل خاں کے ہوں جنہیں مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں میں حسب موقع پھیلا دیا ہو۔

انکشاف نمبر ۵

مرزا غلام احمد قادیانی کی عام عادت تھی کہ وہ اپنی کتابوں کے دورانِ تالیف وقت کے دوسرے اہل علم سے مدد مانگتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم مرزا صاحب کے ہی چند خطوط پیش کرتے ہیں جو انہوں نے مولوی چراغ علی صاحب (متوفی ۱۸۹۵ء) کو لکھے تھے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو سلسلہ مطبوعات انجمن اُردو پاکستان نمبر۱۹۲ میں چند ہم عصر کے نام سے مولوی چراغ علی صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

''جس وقت ہم مولوی صاحب مرحوم کے حالات کی جستجو میں تھے تو ہمیں مولوی صاحب کے کاغذات میں سے چند خطوط مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم کے بھی ملے جو انہوں نے مولوی صاحب کو لکھے تھے۔ اور اپنی مشہور اور پُر زور کتاب براہین احمدیہ کی تالیف میں ان سے مدد طلب کی تھی (چند ہم عصر ص ۴۸ ناظم پریس کراچی طبع ۱۹۵۰ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسروں سے کسبِ فیض کرنے کے بارے میں یہ ایک غیر جانبدار شہادت ہے مولوی عبد الحق صاحب کا مرزا غلام احمد کے نام کے ساتھ مرحوم لکھنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب قادیانی اختلافات میں جمہور علمائے اسلام کے ساتھ نہ تھے اور مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے ہوں گے۔ سو ان کی یہ شہادت ایک غیر جانبدار شہادت ہے جسے تسلیم کیا جانا چاہیے ممکن ہے اسی طرح کے خطوط مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خاں کو بھی لکھے ہوں۔

اب ہم یہاں مرزا صاحب کے چار خط نقل کرتے ہیں جو آپ نے مولوی چراغ علی صاحب کو لکھے معلوم نہیں اس قسم کے اور کتنے لاتعداد خطوط ہوں گے جو مرزا صاحب نے وقت کے دیگر اہلِ علم کو لکھے ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خط بنام مولوی چراغ علی صاحب

آپ کا افتخار نامہ محبت آمود ورود لایا۔ اگرچہ پہلے سے مجھ کو بہ نیت الزام خصم اجتماع براہین قطعیہ اثبات نبوت و حقیقت قرآن شریف میں ایک عرصہ سے سرگرمی تھی۔ مگر جناب کا ارشاد موجب گرم جوشی و باعث اشتعال شعلہ حمیت اسلام علی صاحبہ السلام ہوا اور موجب ازدیاد تقویت و توسیع حوصلہ خیال کیا گیا کہ جب آپ سا اولوالعزم صاحبِ فضیلت دینی و دنیوی تہہ دل سے حامی ہو اور تائید دینِ حق میں دلی گرمی کا اظہار فرماوے تو بلاشائبہ ریب اس کو تائید غیبی خیال کرنا چاہیے۔ جزاکم اللہ نعم الجزاء

ماسوا اس کے اگر اب تک کچھ دلائل یا مضامین آپ نے نتائج طبع عالی سے طبع فرمائے ہوں وہ بھی مرحمت ہوں..... (مرزا صاحب یہاں وہ مضامین مانگ رہے ہیں جو کہیں چھپے ہوئے نہیں۔ مولوی صاحب کے اپنے طبعزاد اور ان کی اپنی فکر کا نتیجہ ہوں، مرزا صاحب یہاں انہیں اپنے مضامین میں جگہ دینا چاہتے ہیں اسی طرح اگر مرزا صاحب نے مولوی محمد فضل خاں سے علمی مدد مانگی ہو یا ان کے قلمی مسودوں سے استفادہ کیا ہو تو یہ بالکل قرین قیاس ہے کوئی تعجب کی بات نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مرزا صاحب وقت کے دوسرے اہل علم سے اپنے مضامین میں ضرور مدد لیتے تھے اور لکھتے تھے۔ مضمون مبارک سے ممنون فرمادیں۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور خط مولوی چراغ علی صاحب کے نام

(یہ خط ۱۹ فروری ۱۸۷۹ء کا ہے)

فرقان مجید کے الہامی اور کلامِ الٰہی ہونے کے ثبوت میں آپ کا مدد کرنا باعث ممنونی ہے نہ موجب ناگواری، میں نے بھی اسی بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ تالیف کرنا شروع کیا ہے۔ خدا کے فضل سے یقین کرتا ہوں کہ عنقریب

چھپ کر شائع ہو جائیگا۔ آپ کی اگر مرضی ہو تو وجوہات صداقت قرآن جو آپ کے دل پر القاء ہوں (قرآن مجید کی صداقت پر مولوی چراغ علی کے دلائل اپنے رسالہ میں مختلف مواقع پر درج کرنا مرزا صاحب کے ذوقِ تصنیف کا پتہ دے رہا ہے، مضامین القاء تو ہوں مولوی چراغ علی کے دل میں اور چھپیں مرزا غلام احمد کے نام سے سلطان القلم کا یہ عجیب ذوقِ تصنیف ہے) میرے پاس بھیج دیں تاکہ اسی رسالہ میں حسب مواقع اندراج پا جائے یا سفیرِ ہند میں ....
لیکن جو براہین (جیسے معجزات وغیرہ) زمانہ گذشتہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کا تحریر کرنا ضروری نہیں کہ منقولات مخالف پر حجت تو یہ نہیں آسکتیں جو نفس الامر میں خوبی اور عمدگی کتاب اللہ میں پائی جائے یا جو عند العقل اس کی ضرورت ہو وہ دکھلانی چاہیے۔ بہر صورت میں اس دن بہت خوش ہوں گا کہ جب میری نظر آپ کے مضمون (دوسروں کے مضمونوں کا انتظار اور ان کی طلب میں یہ لجاجت اور عاجزی آج تک کسی ایک شخص کے کلام میں نہیں دیکھی گئی جو آسمانی امامت کا مدعی اور الہامی علوم کا دعویدار ہو۔ مرزا صاحب کی یہ عاجزی یا وقت کے ان اہل علم کے سامنے ہوتی تھی جن سے انہیں علمی مدد ملتی ہو یا انگریزوں کے سامنے جن کے مراحم خسروانہ مرزا صاحب کے شاملِ حال ہوتے تھے۔) پر پڑے گی آپ بمقتضاء اس کے کہ الکریم اذا وعد وفی مضمون تحریر فرما دیں لیکن کوشش کریں کہ کیف ما اتفق مجھ کو اس سے اطلاع ہو جائے۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور خط بنام مولوی چراغ علی

(یہ خط ۱۰ مئی ۱۸۷۹ء کا ہے)

کتاب (براہین احمدیہ) ڈیڑھ سو جزو ہے جس کی لاگت تخمیناً نو سو چالیس روپے ہے اور آپ کی تحریر ملحق ہو کر اور بھی زیادہ ضخامت ہو جائے گی۔

مولوی عبدالحق صاحب ان خطوط کو نقل کرنے کے بعد اپنی رائے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں اور یہ رائے ہماری رائے کے بہت قریب ہے۔

''ان تحریروں سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب مرحوم نے مرزا صاحب مرحوم کو براہینِ احمدیہ کی تالیف میں بعض مضامین سے مدد دی ہے۔''
(چند ہم عصر ص۵۰)

ایک دفعہ حکیم نور الدین نے مرزا صاحب کو بڑے سخت پیرایہ میں کہا تھا کہ تم نے براہین احمدیہ میں عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے کا عقیدہ اس طرح کیوں لکھ دیا ہے تو مرزا صاحب نے جواب دیا کہ آپ کو کیا پتہ کہ براہین لکھتے کون کون سے قلم میرے ساتھ چلے اور وہ قلم کن کن کے تھے۔

اِس انکشاف کے بعد اس بات کے جاننے میں کوئی دقت نہیں رہی کہ مولوی محمد فضل خان کے بعض مضامین شائع ہونے سے پہلے مرزا صاحب کی کتابوں میں اس طرح نقل کیے گئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

حرمتِ خنزیر سے متعلق ایک یادداشت

مرزا صاحب حرمتِ خنزیر پر بحث کرتے ہوئے ''اسلامی اصولوں کی فلاسفی'' میں یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ حرمتِ خنزیر اسلام کی خصوصیات میں سے ہے جو پہلی شریعتوں میں نہ تھی (ملاحظہ ہو اسلامی اصولوں کی فلاسفی بحث حرمت خنزیر) حالانکہ قرآن شریف نے ہی خنزیر کو حرام قرار نہیں دیا اس سے پہلے توراۃ میں بھی اس کی حرمت بیان کی گئی تھی جس طرح مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی اصول کی فلاسفی دیکھو کہ خنزیر جیسے نجاست خور اور بے غیرت جانور کو حرام کیا گیا۔ یہودی بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اصول تمہارے ہاں ہی کارفرما نہیں ہمارے ہاں بھی اس طرح کارفرما ہے۔ توراۃ میں ہے ''اور سؤر تمہارے لیے اسی سبب سے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چرے ہوئے

ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا تم نہ ان کا گوشت کھانا اور نہ ان کی لاش کو ہاتھ لگانا۔" (کتاب مقدس استثناء باب ۱۴ آیت ۶، ۷، ۸)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں اسے وجوہ حرمت خنزیر میں تو ذکر کیا جا سکتا ہے تقابلی جلسہ مذاہب میں نہیں جلسہ مذاہب میں وہی بات ہوتی ہے جو اور کسی مذہب میں نہ ہوتا کہ اپنے مذہب کا امتیاز ظاہر کیا جا سکے۔ معلوم نہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے حرمت خنزیر کا یہ مسئلہ جلسہ مذاہب میں کیسے پیش کر دیا۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں یہ اس مضمون میں لکھ لیا گیا ہو۔اور اس میں اسرارِ شریعت سے استفادہ کیا گیا ہو۔

مرزا صاحب نے اسے جن الفاظ میں پیش کیا ہے اس میں بہت سی عبارت کی غلطیاں بھی ہیں مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔"

اس میں اور کے بعد نیز کا لفظ لائقِ غور ہے اور کا بھی وہی معنی ہے جو نیز کا ہے۔مرزا صاحب سے اس قسم کی غلطیاں بہت ہوتی تھیں پھر مرزا صاحب کے یہ الفاظ بھی ہم نے دیکھے ہیں۔

"غذاؤں کا بھی اِنسان کی رُوح پر ضرور اثر ہے"۔

ذہن اِس طرح گیا کہ عبارت یوں ہونی چاہیے غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد کی اور تحریرات بھی ہم نے دیکھی ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں ان سے متصور نہ تھیں معلوم ہوتا ہے ان کے روحانی خزائن میں کئی قلم چلتے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت انہوں نے کسی اور صاحب قلم سے لی ہے اور اسے اپنا بنانے کے لیے کہیں کہیں الفاظ بدلے ہوں اور اسی کوشش میں ان سے یہ

غلطیاں صادر ہوئی ہوں۔

اب مولوی فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی ایک ہی عبارت دو کتابوں میں دیکھئے

مولوی محمد فضل خاں کی کتاب اسرارِ شریعت (جس کے مسودہ سے مرزا صاحب نے یہ مضامین لیے)	مرزا غلام احمد کی اسلامی اصولوں کی فلاسفی
اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور، بے غیرت و دیوث ہے اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بدکا اثر بھی بدی ہوگا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔ (اسرار شریعت جلد ۲ ص ۳۳۶، ۳۳۷)	اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور، اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے اب اس کے حرام ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر پلیدی ہو، کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بدکا اثر بھی بد ہی پڑیگا جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کرتا ہے۔ اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۲۵)

یہ دونوں مصنف ایک دور کے ہیں جو مولانا تھانویؒ سے قریباً ربع

صدی پہلے ہوئے۔ مولانا تھانویؒ نے جیسا کہ وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھ آئے ہیں کہ انہوں نے بعض مضامین ایک کتاب سے لیے ہیں۔ یہ مضمون اسرار شریعت سے لیا ہے۔ خواہ مخواہ کہے جانا کہ انہوں نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لیے ہیں یہ منہ زوری اور سینہ زوری ہے۔ اسرارِ شریعت میں اور نیز کے الفاظ نہیں۔ مولانا تھانویؒ کی عبارت میں بھی یہ الفاظ ہیں ان کی عبارت اسرارِ شریعت کے مطابق ہے، اس میں ہے:

''کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔'' (ص ۳۳۶)

مولانا تھانویؒ کی عبارت بھی یہی ہے لیکن مرزا صاحب نے اسے اس طرح لکھا ہے۔

''کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے۔''

اب آپ ہی یہ فیصلہ کریں کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ اقتباس اسرارِ شریعت سے لیا ہوگا یا مرزا غلام احمد کی کتابوں سے اور عبد اللہ ایمن زئی کی اس غلط بیانی کی بھی دل کھول کر داد دیں۔ وہ لکھتا ہے:

''مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں حضرت تھانویؒ نے ان الفاظ کو اس طرح تبدیل کر دیا ہے کہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے۔ دیکھئے کیا یہ الفاظ اسرارِ شریعت کے نہیں؟ اب ایمن زئی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے یہ الفاظ بدلے ہیں۔ کس قدر کھلا جھوٹ ہے۔ جو قادیانیوں کو ہی زیب دیتا ہے۔

اسرار شریعت کی عبارت اصل معلوم ہوتی ہے مباحث عقلیہ میں اپنے خیالات اور نتائج فکر سے استدلال نہیں کیا جاتا یہاں امور مسلمہ پیش کیے جاتے

ہیں۔ مولوی محمد فضل خاں کا یہ کہنا کہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلمہ ہے۔ ایک وزن رکھتا ہے اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ یہ محض ان کا ایک اپنا نتیجۂ فکر ہے جس کو عام مباحث عقلیہ میں جگہ نہیں دی جا سکتی۔

دونوں عبارتوں کو غور سے دیکھو دونوں میں زیادہ صحیح اور موقعہ کے مطابق اسرار شریعت کی عبارت ملے گی۔ معلوم ہوتا ہے یہی اصل عبارت ہے۔ مرزا غلام احمد کی عبارت اس میں چند غلطیاں ملا کر مرتب ہوئی ہے اسرار شریعت کا مرزا صاحب کی وفات کے ایک سال بعد چھپنا اس سے اس احتمال کی نفی نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب کی نظر سے اسرار شریعت کے کچھ حصے بصورت مسودہ بطریق خط و کتابت نہ گذرے ہوں گے خصوصاً جب کہ مؤلف اسرار شریعت قادیان سے بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے۔ دونوں عبارتیں خود بول رہی ہیں کہ اصل کونسی عبارت ہوگی۔ پھر کس نے کس سے لیا ہوگا۔

مرزا صاحب نے اس عبارت میں ایک اور بے ڈھب اضافہ کیا ہے اور وہ قانونِ قدرت کے الفاظ ہیں ان پر غور کیجئے۔

اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن پر پلید ہو۔ یہ عبارت اسرار شریعت میں ان خط کشیدہ الفاظ کے بغیر ہے اور حضرۃ تھانویؒ کی کتاب میں بھی اس طرح ہے مگر مرزا غلام احمد کی عبارت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ آپ ان الفاظ پر غور کریں اور ان کے بغیر عبارت کو آگے پیچھے سے پڑھ کر دیکھیں کہ یہ الفاظ جلی طور پر زائد اور بعد میں ملائے ہوئے معلوم ہوئے ہیں۔

ایک پڑھا لکھا آدمی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ اسرار شریعت کی عبارت یقیناً پہلے کی ہے۔ گو چھپی بعد میں ہو اور مرزا صاحب کی عبارت اس میں چند غلطیوں کا اضافہ ہے گو وہ چھپی پہلے ہو اور مرزا صاحب نے اس کے مسودات سے

اکتسابِ فیض کیا ہو جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ وہ معاصر اہلِ قلم سے علمی امداد لیا کرتے تھے۔

کچھ بھی ہو یہ کوئی علمی معارف یا قرآن کریم کی کوئی عمیق تفسیریں نہیں جو ان مصنفین پر ہی کھلی ہوں بلکہ یہ وہ باتیں جو ان دونوں نے قبل از اسلام کے یونانی طبیبوں سے لی ہیں اور دونوں عبارات میں اس کا واضح اعتراف موجود ہے۔ اب اگر حضرۃ تھانویؒ بھی یہ عبارات اسرارِ شریعت سے لے لیں تو اس میں کیا اعتراض ہے یہ وہ باتیں ہیں جو کافروں سے بھی لی جا سکتی ہیں اور اس پر کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیے۔ ہاں یہ حضرۃ تھانویؒ کا کمالِ دیانت ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاف لکھ دیا کہ انہوں نے بعض مضامین ایک کتاب سے لیے ہیں۔

عبداللہ ایمن زئی کا ایک اور جھوٹ

ایمن زئی صاحب حضرۃ مولانا تھانویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو لٹریچر تخلیق ہوا اور بڑے بڑے علماء و مفسرین نے اس مسئلے پر جو کچھ لکھا وہ سب حضرۃ تھانویؒ کی نظر میں تھا، مگر انہوں نے یہ سارا سرمایہ معرفت ایک طرف رکھ دیا اور مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں حرمت خنزیر کے جو اسباب بیان کیے تھے وہ اپنی کتاب میں نقل کر دیئے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۷)

ایمن زئی صاحب نے خط کشیدہ الفاظ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ مولانا نے اس موضوع پر پہلے لکھے گئے لٹریچر کو بالکل درخور اعتنا نہیں سمجھا اور مرزا صاحب کی عبارت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ ہم نے حضرۃ تھانویؒ کی کتاب پھر اس مقام سے دیکھی۔ آپ نے اسرارِ شریعت کی عبارت نقل کرنے بعد اس موضوع پر پھر اور مواد بھی فراہم کیا ہے اور اسرارِ شریعت کی عبارت میں جو کمی رہ

گئی تھی اسے دیگر مصنفین کی عبارات سے پُر کیا ہے بقول ایمن زئی صاحب اسے یوں سمجھئے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں جو کمی رہ گئی تھی وہ حضرۃ تھانویؒ نے مخزن الادویہ سے پوری کی ہے۔ حضرۃ تھانویؒ لکھتے ہیں۔

صاحب مخزن الادویہ فساد گوشت خوک (خنزیر) اور اس کی حرمت کے وجوہ ذیل تحریر کرتے ہوئے ظاہر فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرتِ انسانی کے برخلاف ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''گوشت خوک مولد خلط غلیظ است و مورث حرصِ شدید و صداع مزمن وداء الفیل واوجاع مفاصل و فساد عقل و زوال مروت و غیرت وحمیت و باعث فحش است و اکثرے از فرق غیر اسلامی آں رامے خورند وقبل ظہور نور اسلام گوشت آں را در بازار مے فروختند و بعد ازاں درمذہب اسلام حرام و بیع آں ممنوع وموقوف گردید بسیار کثیف و بدہیت است۔''

نیز اس کا گوشت کھانے سے انسان پر فوراً سوداوی امراض حملہ آور ہوتے ہیں (المصالح العقلیہ)

ناظرین غور فرمائیں کہ حضرۃ تھانویؒ نے دوسروں کی تحقیقات کیا یکسر نظر انداز کی ہیں یا انہیں بھی اپنی اس کتاب میں نقل لیا ہے۔

تاثیر دُعا

مولوی محمد فضل خان نے اسرارِ شریعت میں حقیقت دعا و قضا پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے اور بات اس طرح واضح کی ہے گویا وہ اصولی طور پر دعاء و قضا کی حقیقت سمجھ رہا ہے۔ مرزا غلام احمد کا اس موضوع پر سر سید احمد خاں سے واسطہ پڑا تھا۔ اس نے اس میں عمومی پیرایہ ترک کر کے سر سید کو مخاطب بنایا ہے۔ اسرارِ شریعت مباحثِ عقلیہ کے موضوع کی ایک اصولی کتاب ہے اور ایسی کتابوں کا پیرایہ بیان عام ہوتا ہے ایسی کتابوں میں خاص افراد سے خطاب نہیں

ہوتا۔ اب آپ دونوں کتابوں کو دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ اصل عبارت کونسی ہوگی اور اسے کس نے بدل کر اپنے خاص موضوع میں پیش کیا ہے۔ کچھ بھی ہو حضرۃ تھانوی نے یہ عبارات اسرار شریعت سے لی ہیں اور یہ بات ان کے دیئے حوالے کے عین مطابق ہے۔ مرزا صاحب کی کتابوں سے انہوں نے انہیں نقل نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے یہ مواد مولوی محمد فضل خاں سے لیا ہے۔

اسرار شریعت مولوی محمد فضل خاں	برکات الدعاء مرزا غلام احمد
اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کی حصول کے لیے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں بھی کچھ بھی اثر نہیں رکھا جب کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں یا	اگرچہ دنیا کا کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لیے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگر مقدر کا لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا۔ مگر کیا سید صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا — خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھیں کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا

مثلاً سم و الفارا اور بیش اور دوسری ہلاہل
زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدی
کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں
میں ہی اس جہان سے رخصت کر
دے تو پھر کیونکر یہ امید کی جائے کہ
خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی توجہ اور
عقد ہمت اور تضرح کی بھری ہوئی
دعاؤں کو فقط مُردہ کی طرح رہنے
دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔
کیا یہ ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی میں
اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ
نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی
کے لیے کیا تھا وہ دواؤں میں مرعی نہ
ہو۔ جو شخص دواؤں کی اعلیٰ تاثیروں پر
ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجابت دعاء کا
قائل نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور
سال خوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو
استعمال کرے اور پھر اس کو بے اثر پا
کر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اس

مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل
زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی
کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں
میں ہی اس جہاں سے رخصت کر
دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور
عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی
دعاؤں کو فقط مُردہ کی طرح رہنے دے
جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ
ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی میں اختلاف
ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے
دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی
کے لیے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ
ہو۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں جو خود سید
صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے
بے خبر ہیں اور ان کی اعلیٰ تاثیروں پر
ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور ان کی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی ایک مدت تک
ایک پرانی اور سالخوردہ مسلوب القوی
دوا کو استعمال کرے اور اور پھر اسکو
بے اثر پاکر اس دوا پر عام حکم لگا

میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ (اسرار شریعت جلد ا ص ۲۴۵)	دے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ (برکات الدعاء ص ۴)

دونوں عبارتوں کے آخری کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے اسرار شریعت کی عبارت میں کاتب کی غلطی سے دُعا کی بجائے دوا کا لفظ لکھا گیا جبکہ مرزا صاحب کی عبارت میں لفظ دعا لکھا ہوا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں غلطی پہلے ہوئی ہے یا اصلاح اسرارِ شریعت کی عبارت اگر مرزا صاحب کی کتاب سے ماخوذ ہوتی تو اس میں یہ غلطی نہ ہوتی اس قسم کی غلطیاں عام طور پر پہلی تحریر میں ہی ہوتی ہیں اور زیادہ تر وہیں ہوتی ہیں جہاں کاتب قلمی مسودوں سے لکھ رہے ہوں غلطیوں کی اصلاح بعد میں ہوتی ہے مرزا غلام احمد کی عبارت اصلاح شدہ ہے اور اس میں اسرارِ شریعت کے کتابت شدہ مسودہ کو ہی درست کیا گیا ہے......... حقیقتِ حال کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ حضرۃ تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی پانچ کتابوں سے عبارات نہیں لیں۔ جیسا کہ ایمن زئی کا دعویٰ ہے بلکہ ایک کتاب سے لی ہیں۔ اور وہ اسرارِ شریعت ہے جس میں مرزا صاحب کی پانچوں کتابونکی زیرِ بحث عبارات موجود ہیں۔ اس میں کوئی شخص اختلاف کرے کہ ان دو میں سے پہلا لکھنے والا کون ہے۔ بیشک اسے اس اختلاف کا حق ہے ہم اس میں دخل نہیں دیتے لیکن اپنی رائے ہم نے عرض کر دی ہے یہ بات ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ حضرۃ تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے کوئی عبارت نہیں لی۔ اسی ایک کتاب سے آپ نے یہ عبارات لی ہیں اور آپ نے اسی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

نمازِ پنجگانہ کی عقلی حکمتیں

اسرارِ شریعت مولوی محمد فضل خاں	کشتی نوح مرزا غلام احمد

الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے اور تمہاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ پہلے جب کہ مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ (اسرارِ شریعت ج ۱ ص ۱۰۷)	پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لیے ان کا وارد ہونا ضروری ہے (۱) پہلے جب کہ تم مطلع کیے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ (کشتی نوح ص ۶۳، ۶۴)

مرزا صاحب کی عبارت میں ان الفاظ پر غور کیجئے۔

''تمہاری زندگی کے لازمِ حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں۔''

بلا کے وقت کے یہ الفاظ اسرارِ شریعت میں نہیں ہیں۔ اسرارِ شریعت میں پنجگانہ نمازوں کا جو نقشہ دیا گیا ہے۔ اس میں پانچویں نماز (نماز فجر) کو بلا کا وقت نہیں نجات کا وقت بتلایا گیا ہے۔ چار وقت بلا کے تھے اور یہ پانچواں

نجات کا۔ مرزا صاحب نے بھی پانچویں نماز کو نجات کا وقت بیان کیا ہے۔ یہ عبارت کہ پانچ تغیر بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں بعد میں بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے سیاق و سباق سے ملتی عبارت وہی ہے جو اسرارِ شریعت میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب نے اسے نقل کرنے میں جو اضافے کیے سب زائد عبارتیں معلوم ہوتی ہیں۔

مولوی محمد فضل خان صاحب نے اس کے بعد اپنی تائید میں کچھ ارشاداتِ نبوی اور بعض اطباء کے اقوال بھی درج کیے ہیں انہیں دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث اور اقوال مولوی صاحب کے مضمون کا جزو ہیں مرزا صاحب کی کتاب میں یہ موجود نہیں ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اسرارِ شریعت کے مسودے سے حسبِ خواہش تلخیص کی ہے۔ مرزا صاحب نے اسرارِ شریعت کی جو عبارت چھوڑ دی ہے اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے فرمایا رات کے فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔

اس وقت کے تغیرات کے آثار جو جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں طبیبوں نے اپنی طبی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں چنانچہ مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے...... الخ (ص۱۰۴)

اب عبداللہ ایمن زئی کی ان سطور پر بھی غور کرو جب خدا کا خوف نہ رہے تو انسان اس قسم کے جھوٹ سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔ ایمن زئی صاحب

لکھتے ہیں:

''بیان کردہ حکمتیں حضرت تھانوی کو اس قدر پسند آئیں کہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل فرما دیں البتہ اتنا کیا کہ مرزا صاحب کی بیان کردہ حکمتوں کی مزید تشریح کے لیے ارشاداتِ نبوی، شرح وقایہ اور اطباء کے اقوال درج کر دیئے۔'' (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۶)

اسرارِ شریعت کی وہ عبارات جو مرزا صاحب نے چھوڑ دیں ان میں واقعی کچھ ارشاداتِ نبوی اور کچھ اقوال اطباء موجود ہیں۔ حضرت تھانویؒ کی عبارت میں بھی یہ ارشاداتِ نبوی اور اقوال اطباء موجود ہیں۔ اس سے یہ حقیقت نصف النہار کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین اسرارِ شریعت سے لیے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی کتابوں سے ...... اسرارِ شریعت اور المصالح العقلیہ کی عبارات ایک دوسرے کے مطابق ہیں اور مرزا غلام احمد کی تلخیص کچھ مختلف ہے۔ دونوں (مولوی محمد فضل خاں اور حضرۃ مولانا تھانویؒ) کی عبارات میں وہ پورے مضامین موجود ہیں۔ اب کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ حکیم الامۃ حضرۃ تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے لیے ہیں۔ ایمن زئی صاحب نے غلط کہا ہے کہ مولانا تھانویؒ نے شرح وقایہ اور اطباء کے اقوال اپنی طرف سے درج کیے ہیں۔ اقوالِ اطباء اسرارِ شریعت سے ماخوذ ہیں اور شرح وقایہ کا تو اس عبارت میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ایمن زئی صاحب کو اس میں شرح وقایہ کا نام لانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی سے شرح قانونچہ کو شرح وقایہ پڑھ رہے ہیں شاید وہ شرح قانونچہ کو شرح وقایہ پڑھتے رہے ہوں۔

نماز عصر کی بحث میں ایمن زئی صاحب نے حضرت مولانا تھانویؒ کی عبارت کو مرزا صاحب کی عبارت کے بالمقابل نقل کرتے ہوئے معلوم نہیں یہ

فقرہ کیوں حذف کر دیا ہے۔

''صریح نظر آتا ہے کہ اب غروب نزدیک ہے جس سے اپنے کمالات کے زوال کے احتمال قریب پر استدلال کرنا چاہیے۔ اس روحانی کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی۔'' (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۸)

ایمن زئی صاحب نے خط کشیدہ فقرہ شاید اس لیے حذف کر دیا ہے کہ یہ عبارت مرزا صاحب کی عبارت کے مقابل ایک سی دکھائی دے اور وہ کہہ سکیں کہ حضرت تھانویؒ نے لفظ بہ لفظ مرزا صاحب سے نقل کی ہے۔ اس لیے اس فقرے کا حذف کرنا ضروری تھا۔

اسرارِ شریعت	کشتی نوح
خدا تعالیٰ نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کی ہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لیے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو اور پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنیوالی بلاؤں کا علاج ہیں تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کسی قسم کی قضا و قدر تمہارے لیے لائے گا پس تم قبل اس کے جو دن چڑھے اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لیے خیر و برکت	اور خدا نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لیے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو اور پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو اور وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنیوالی بلاؤں کا علاج ہیں، تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضا و قدر تمہارے لیے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ

کا دن چڑھے۔ (خاتم اولیاء اسرارِ شریعت جلد ۱ ص ۱۰۷)	تمہارے لیے خیرو برکت کا دن چڑھے۔ (کشتی نوح ص ۶۵)

ان دونوں عبارتوں میں اختلاف الفاظ کا جائزہ لیجئے۔ انسانی زندگی کے یہ پانچ تغیرات ہی اس کی پانچ حالتیں ہیں جن میں پانچ نمازیں مقرر کی گئی ہیں۔ تغیر حالت بدلنے کو ہی کہتے ہیں اور یہ پانچ تغیرات پانچ حالتیں ہی ہیں۔ پانچ تغیرات میں پانچ حالتیں بالکل بے معنی بات ہے۔

اسرارِ شریعت میں ہے: خدا تعالیٰ نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کی ہیں ص ۱۰۶۔

اور مرزا غلام احمد کی عبارت یہ ہے:

خدا نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لیے مقرر کیں۔ کشتیٔ نوح ص ۶۵ یہاں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اصل عبارت کونسی ہے اور نقل کونسی۔ فطری تغیرات میں پانچ حالتیں وہی کہہ سکتا ہے جو تغیر کے معنی حالت بدلنا نہ جانے۔ اصل عبارت اپنی جگہ پوری طرح واضح اور صحیح ہے اور مرزا صاحب کی عبارت واقعی ایک بدلی عبارت معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح اس عبارت کے آخری حصہ میں مرزا غلام احمد کے الفاظ ''پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو'' کا مولوی محمد فضل خاں کے الفاظ ''پس تم قبل اس کے جو دن چڑھے اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو'' سے مقابلہ کرو لفظ تم کو مقدم لانے میں جو زور ہے وہ پچھلی عبارت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ مرزا صاحب کی عبارت اسی میں ایک تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ اب بتایئے چور کون نکلا۔

پھر اس فقرہ کو اس کے سیاق میں دیکھئے۔

''نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں۔'' اسرارِ شریعت

اور مرزا غلام احمد کے اس فقرہ پر بھی غور کیجئے۔ نمازوں میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے''۔ جس سیاق و سباق میں اس مضمون پر بحث کی گئی ہے وہ مختلف حالتوں کا بیان ہے اس کے پیشِ نظر اسرارِ شریعت کا فقرہ صاف طور پر نظر آرہا ہے اور مرزا صاحب کا پیرایہ یہاں وہ وزن نہیں رکھتا معلوم ہوتا یہاں وہ نماز کی تعریف کر رہے ہیں پنجگانہ نمازوں کی تعریف نہیں کر رہے۔ حالانکہ موضوع وہی تھا۔ سو بات وہی صحیح ہے جو اسرار شریعت کے مصنف نے کہی ہے کہ نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں۔

مولوی محمد فضل خاں نے جہاں اس بات کو ختم کیا ہے وہاں خاتم اولیاء کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا غلام احمد نے جہاں یہ بات ختم کی ہے وہاں کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ مولوی محمد فضل خان نے یہ مضمون خاتم اولیاء سے لیا ہے۔ مرزا صاحب سے نہیں افسوس کہ مرزا صاحب نے اسے خاتم اولیاء یا اسرار شریعت کا حوالہ دیئے بغیر نقل کیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں عبارت چور کون نکلا۔

صورت حال کچھ بھی ہو یہ ہمارا اصل موضوع نہیں ہاں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرۃ مولانا تھانویؒ نے عبارت زیرِ بحث اسرارِ شریعت سے لی ہے۔ مرزا غلام احمد کی کتاب کشتیٔ نوح سے نہیں۔ اختلافی الفاظ میں مولانا تھانوی کی عبارت اسرارِ شریعت کے موافق ہے کشتی نوح کے موافق نہیں۔ اس تقابلی مطالعہ سے دوست محمد شاہد یا ایمن زئی صاحب کا یہ دعویٰ کہ مولانا تھانویؒ نے یہ عبارات مرزا غلام احمد کی کتابوں سے ہی لی ہیں اعلانیہ طور پر غلط ٹھہرتا ہے۔ اور قادیانی الزامات کی عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے۔

قویٰ انسانی کا استعمال

عبد اللہ ایمن زئی نے کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۰ پر یہ عنوان قائم کیا ہے اور لکھا ہے۔

حضرۃ مولانا تھانویؒ اپنی کتاب کے لیے اس موضع پر غور فکر اور مطالعہ فرما رہے تھے۔ تلاش و تحقیق کے دوران مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت انہیں ملی۔ انہوں نے یہ کتاب پڑھی اور محسوس کیا کہ انسانی قویٰ کے استعمال کے جو طریقے مرزا صاحب نے قرآن شریف پر تدبر کرنے کے بعد بیان کیے ہیں ان سے بہترین نکات بیان نہیں کیے جا سکتے چنانچہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتاب کا اقتباس پسند فرمایا اور اپنی کتاب کو اس سے آراستہ فرما لیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۰)

سابقہ الزامات کی طرح یہ الزام بھی بالکل بے وزن ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے مرزا صاحب کی کتاب سے یہ اقتباس لیا نہ اس سے اپنی اس کتاب کو آراستہ کیا۔ یہ مضمون بھی آپ نے اس کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا تھا۔ یہی عبارت نہیں۔ حضرت تھانویؒ پیچھے کئی عنوانات سے اس کتاب کے مضامین کو آگے لا رہے ہیں ہم دونوں کے عنوانات درج ذیل کرتے ہیں۔

(۱) برتن میں مکھی پڑنے سے اس کو اس میں ڈوبا دے کر نکالنے کی وجہ۔ (اسرارِ شریعت جلد۲ ص ۳۶۷)

(۲) پانی اور برتن میں سانس لینا و پھونکنا منع ہونے کی وجہ۔......ص ۳۶

(۳) انسان کے لیے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا؟.................ص ۳۶۹

(۴) گوشت و ترکاری کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ ....ص ۳۶۹

(۵) انسان میں قوتِ غضبیہ وحلم وغیرہ کی حکمت................ص ۳۷۰

حضرت مولانا تھانویؒ کی کتاب کے عنوانات بھی یہی ہیں:

(۱) برتن میں مکھی پڑنے سے اس کو اس میں غوطہ دے کر نکالنے کی وجہ۔
(احکامِ اسلام عقل کی نظر میں ص ۲۲۰)

(۲) پانی اور برتن میں سانس لینا و پھونکنا منع ہونے کی وجہ۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۵

(۳) انسان کے لیے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۱

(۴) گوشت ترکاریاں کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۲

(۵) انسان میں قوتِ غضبیہ و حلم وغیرہ کی حکمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۲۴

آپ نے دیکھا یہ عنوانات کس طرح ہو بہو ایک دوسرے کے مطابق آ رہے ہیں۔ پانچویں نمبر کا عنوان ہے جس کے تحت وہ عبارت درج ہے جسے ایمن زئی مرزا صاحب کی کتاب سے لیا گیا اقتباس کہہ رہے ہیں جب حضرۃ تھانویؒ کے پچھلے چار عنوانات اسرارِ شریعت سے منطبق چلے آ رہے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مرزا صاحب کا موضوع نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضرۃ نے یہ مضامین اسرارِ شریعت سے لیے ہیں نہ کہ غلام احمد سے اور ایمن زئی کا یہ کہنا کہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب سے لیے ہیں اس میں کسی طرح کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ پھر ان دونوں کتابوں (مولوی محمد فضل خاں اور حضرت تھانویؒ کی کتابوں) کے مذکورہ پانچویں عنوان کو جو مناسبت ان کے چوتھے عنوان سے ہے وہ بتا رہی ہے کہ مولوی محمد فضل خاں کا یہ مضمون اپنے ماقبل سے مسلسل اور مربوط ہے اور یہ صورت اس بات کی شاہد ہے کہ مضمون اسرارِ شریعت میں اصل ہے نسیم دعوت میں نہیں: اب اسے مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت میں دیکھئے انہوں نے یہاں کوئی ایسے عنوانات نہیں دیئے البتہ پیرا بندی ضرور کی ہے جو ایک مضمون کو دوسرے سے جُدا کرتی ہے۔ ہم ان پیراجات کے ابتدائی الفاظ

درج کرتے ہیں۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے اس جگہ انجیل کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا۔

(نسیم دعوت ص ۷۰)

علاوہ اس کے یہ بھی سخت غلطی ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔......ص ۷۱

اب دیکھو آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے۔......ص ۷۲

اب ہم آریہ مذہب میں کلام کرتے ہیں۔..........ص ۷۲

وہ عبارت جو اسرارِ شریعت اور حضرت تھانویؒ کی کتاب میں مشترک ہے وہ مرزا صاحب کے مندرجہ بالا پیراجات میں سے دوسرے کے تحت دی گئی ہے کہ ''یہ بھی سخت غلطی'' ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔

اب جو شخص ان تینوں کتابوں کو دیکھے اسے اس یقین سے چارہ نہ رہے گا کہ حضرۃ تھانویؒ کی کتاب اس کے عنوانات اور سیاق و سباق اسرار شریعت سے ملتے جلتے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے۔

اب عبداللہ ایمن زئی کے کہنے پر کیسے باور کرلیا جائے کہ حضرۃ تھانویؒ نے مضمون زیرِ بحث مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے لیا ہے۔

پھر مرزا صاحب کی عبارت میں یہ جُملہ بھی لائقِ غور ہے۔

اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگذر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۲۱)

اب اسے حضرت تھانویؒ کی کتاب میں دیکھئے۔

اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگز اور صبر......الخ

(از کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۱)

اب آیئے دیکھیں کہ یہ جملہ اسرارِ شریعت میں کس طرح ہے اور پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ حضرت تھانویؒ نے اسے اسرارِ شریعت سے لیا ہے یا نسیم دعوت سے۔ اسرارِ شریعت میں یہ جملہ اس طرح ہے۔

اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے۔ (اسرارِ شریعت ص ۳۷۰)

اب بھی کیا کسی پڑھے لکھے آدمی کو یہ کہنے کی ہمت ہے کہ حضرت تھانویؒ نے مرزا صاحب کی کتاب نسیم دعوت سے یہ اقتباس لیا ہوگا۔

جہاں تک اسرارِ شریعت اور نسیم دعوت کے تقابلی مطالعہ کا تعلق ہے اسرارِ شریعت کی عبارت اپنے محل اور سیاق و سباق میں خوب چسپاں دکھائی دیتی ہے اور ذہن گواہی دیتا ہے کہ اصل عبارت یہیں کی ہے اور مرزا صاحب نے اسے جس محل میں سمویا ہے وہاں اسے تکلف سے چسپاں کیا گیا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ مرزا صاحب نے اسرارِ شریعت کے مسودے سے کسی نہ کسی طرح استفادہ کیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی علمی قابلیت مولوی فضل خاں کی قابلیت کے برابر نظر نہیں آتی۔

پھر ایمن زئی نے کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۲ پر مرزا صاحب کا ایک نو سطری اقتباس درج کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ:

''مرزا صاحب کی جو عبارت حضرت تھانویؒ نے حذف کر دی ہے وہ یہ ہے''۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۲)

جواباً عرض ہے کہ یہ نو سطریں اسرارِ شریعت میں جہاں سے حضرت تھانویؒ یہ عبارت لے رہے ہیں نہیں ہیں۔ وہاں عبارت اسی طرح ہے جیسے حضرت تھانویؒ نے پیش کی ہے۔ اب بجائے اس کے کہ ایمن زئی اقرار کریں

کہ حضرت تھانویؒ نے واقعی مرزا صاحب کی نسیم دعوت سے یہ اقتباس نہیں لیا۔ اُلٹا یہ دعوے کر رہے ہیں کہ حضرت تھانویؒ نے ان نو سطروں کو حذف کر دیا ہے انہیں اگر یہ الزام کسی پر لگانا ہی تھا تو مولوی محمد فضل خان پر لگاتے نہ کہ حضرة تھانویؒ پر۔ ایمن زئی صاحب کی اس جسارت پر ہمیں حیرت ہوتی ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مولوی فضل خاں کا کچھ اور تعارف

مرزا غلام احمد کے حلقہ میں وحی کا عام سلسلہ

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی امابعد

وحی نبوت ملاء اعلیٰ سے اترتی ہے اور زمین پر جو جگہیں محل شیاطین ہوتی ہیں بسااوقات وہاں کے درختوں پر جنات کے کڑے بسیرے ہوتے ہیں یہاں سے شیاطین اپنے دوستوں پر وحی اتارتے ہیں اور وہ غلط فہمی سے اسے آسمانی وحی سمجھ لیتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم يلقون السمع و اكثرهم كاذبون. (پ ۱۹ الشعراء ۲۲۲)

(ترجمہ) میں بتاؤں کن پر اترتے ہیں شیطان؟ اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہگار پر لا ڈالتے ہیں (ان پر) کوئی اوپر سے سنی بات اور زیادہ وہ ہیں جو جھوٹ ہی کہتے ہیں۔

شیطان کبھی ایک آدھ ناتمام بات امور غیبیہ جزئیہ کے متعلق اوپر سے لے بھاگتے ہیں اور اس میں اپنے سو جھوٹ ملا کر اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں حقیقت ان کی وحی کی بس یہی ہے۔

جہاں شرک کے مراکز ہوں یا گندگی کے ڈھیر ہوں وہاں ان شیاطین کے مرکز ہوتے ہیں حضور ﷺ کو شروع وحی سے کہا گیا تھا والرجز فاهجر

(المدثر) آپ ہر گندگی سے کنارے پر رہیں وحی نبوت ستھرے ماحول میں اترتی ہے اور پاک فطرت لوگوں پر آتی ہے۔ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین. (پ ۱۱ التوبہ ۱۰۸)

(ترجمہ) اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کے متلاشی ہیں اور اللہ ایسے پاکیزہ لوگوں سے پیار کرتے ہیں۔

سیالکوٹ میں شہر کے ریلوے پھاٹک کے قریب ایک لال حویلی تھی جس میں کسی پرانے دور میں شیاطین کا ایک بڑا بسیرا تھا مرزا غلام احمد قادیانی جب سیالکوٹ میں ملازم تھا اسے اس حویلی میں شیطان نے آ گھیرا پھر اس قسم کے کئی دوسرے بسیروں میں بھی ارتعاش پیدا ہوا اور مرزا غلام احمد کے ان لوگوں سے بھی رابطے قائم ہو گئے جن پر شیاطین اترتے تھے مرزا کے الہامات کا ایک شکار پٹیالہ کا ایک ڈاکٹر عبدالحکیم بھی تھا وہ بیس سال تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتا رہا اور اسکا معتقد رہا اس پر بھی الہامات اترتے تھے۔ الہامات کے ایک ٹکراؤ میں ڈاکٹر عبدالحکیم مرزا غلام احمد کی عقیدت سے نکل گیا اور اسے الہام ہوا کہ مرزا غلام احمد پر ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے موت آ جائے گی اور پھر یہ بھی امر واقع ہے کہ مرزا غلام احمد ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دار فانی سے چل بسا۔

اس زمانے میں بڑی تعداد میں الہام کے مدعی اٹھے

ایسی خوابیں اور ایسے الہام مختلف لوگوں کو ہوتے رہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی وہ سچے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی اس ملک میں پچاس سے بھی زیادہ ہیں جو الہام اور وحی کے مدعی ہیں اور ان لوگوں کا ایسا وسیع دائرہ ہے کہ کوئی شرط سچے مذہب اور نیک چلنی کی ان میں نہیں ہوتی اس سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ باوجود اختلاف مذہب اور عقیدہ کے ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو خوابیں اور

الہام ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو اپنی خوابوں اور الہاموں کے ذریعہ سے جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں اور بعض خوابیں ہر ایک فرقہ کی سچی بھی ہو جاتی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۴)

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے اور وہ ڈاکٹر ہے ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کا ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے پہلے اس نے میری بیعت کی تھی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا...... پھر مرتد ہو گیا۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۱، ۳۲۲ رخ ۲۳ ص ۳۳۶)

ڈاکٹر عبدالحکیم کا مرزا غلام احمد کے بارے میں بیس سالہ تجزیہ

مرزا غلام احمد اپنے بارے میں ڈاکٹر عبدالحکیم کی رائے اس طرح نقل کرتا ہے۔

عبدالحکیم خاں نے اپنے دوسرے ہم جنسوں کی پیروی کر کے میرے پر یہ الزام لگائے ہیں کہ (۱) میں جھوٹ بولتا ہوں (۲) اور میں دجال ہوں اور (۳) حرامخور ہوں (۴) اور خائن ہوں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں طرح طرح کی میری عیب شماری کی چنانچہ میرا نام (۵) شکم پرست (۶) نفس پرست (۷) متکبر (۸) دجال شیطان (۹) جاہل (۱۰) مجنون کذاب حرام خور عہد شکن اور خائن رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۲)

اس عبدالحکیم نے اپنے رسالہ الذکر الحکیم کے ص ۴۵ پر مرزا غلام احمد کے بارے میں لکھا تھا۔

مجھے آپ کی طرف سے کوئی رنجش نہیں ہے وہی ایمان ہے کہ آپ مثیل مسیح ہیں، مسیح ہیں اور مثیل انبیاء ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۳)

ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کے شیطانی ہونے کا دعویٰ

مرزا غلام احمد ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کو شیطانی الہام قرار دیتا تھا وہ لکھتا ہے۔ یہ تو ہم قبول کر سکتے ہیں کہ اس کو بوجہ فطرتی مناسبت کے شیطانی خوابیں آتی ہوں گی اور شیطانی الہام بھی ہوتے ہوں گے...... شیطانی خوابیں اور شیطانی الہام وہ ہیں جو اب میری مخالفت میں اس کو ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ کوئی ...... خدائی طاقت کا نہیں سو اس کو کوشش کرنی چاہیے کہ شیطان اس سے دور ہو جاتے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵ ر خ جلد ۲۲ ص ۱۹۱)

(نوٹ) کیا ڈاکٹر عبدالحکیم کا یہ الہام بھی شیطانی تھا کہ مرزا غلام احمد ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے ہلاک ہو جائے گا؟ کیا شیطان علم غیب رکھتا ہے؟ اور کیا حقیقت نہیں کہ مرزا غلام احمد واقعی اس الہام کے مطابق ۲۶ فروری ۱۹۰۸ء کو ہیضہ سے مر گیا تھا؟

اسی طرح جموں کشمیر کا چراغ دین بھی مرزا غلام احمد کے ہم عصر ملہمین میں سے تھا وہ بھی ان عصری ملہمین میں مرزا غلام احمد کو بڑا مانتا تھا اور اس نے بھی مرزا کی بیعت کی تھی مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

میں نے رسالہ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پا کر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائے گا تو بعض مولویوں نے میری ضد سے اس کی رفاقت اختیار کی۔ جب چراغ دین جموں والا جو میرا مرید تھا مرتد ہو گیا اور بعد ارتداد میں نے خدا تعالیٰ سے یہ الہام پا کر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائے گا...... اس نے ایک کتاب بنائی جس کا نام منارۃ المسیح رکھا اور اس میں مجھے دجال قرار دیا

اور اپنا یہ الہام شائع کیا کہ میں رسول ہوں اور خدا کے مرسلوں میں سے ہوں اور حضرت عیسیٰ نے مجھے ایک عصا دیا ہے۔ کہ میں اس عصا سے اس دجال کو (یعنی مجھ کو) قتل کروں...... پھر بعد اس کے ایک دوسرے چراغ دین یعنی عبدالحکیم خاں نے بھی میری وفات کے بارے میں کوئی پیشگوئی کی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲۳)

ایک شخص مسمی چراغ دین ساکن جموں میرے مریدوں میں داخل ہوا تھا پھر مرتد ہو گیا اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا میں عیسیٰ کا رسول ہوں (مجھے عیسیٰ بن مریم نے بھیجا ہے) اور اس نے میرا نام دجال رکھا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ نے مجھے عصا دیا ہے کہ اس دجال کو اس عصا کے ساتھ قتل کروں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۱، ۱۲۵)

اس چراغ دین کی دعائے مباہلہ بھی مرزا غلام احمد نے اپنی اس کتاب کے ص ۳۷۴ سے ۳۷۸ تک نقل کی ہے۔ مرزا نے اس کتاب کے ص ۱۵۹ پر چراغ الدین جموی اور ڈاکٹر عبدالحکیم دونوں کو مرتد لکھا ہے۔ سو اگر اب مسلمان مرزا غلام احمد کو مرتد کہیں تو قادیانیوں کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور ملہم مرید مولوی فضل خاں آف چنگا بگیال

مولوی فضل خاں کی کتاب اسرار شریعت میں بہت سی غلط باتیں بھی ملتی ہیں یہ کتاب صحیح اور غلط باتوں کا مجموعہ ہے مولوی فضل خاں کو مرزا غلام احمد کی زندگی میں قادیانیت سے نکلنے کا موقعہ نہ ملا تاہم وہ بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہے جنھیں اللہ رب العزت نے قادیانی الحاد سے نکلنے کی سعادت عطا فرمائی۔

مولوی فضل خاں کا ایک مختصر تذکرہ

گوجر خاں (ضلع راولپنڈی) کے مشرق کی طرف موضع چنگا بگیال میں ایک مولوی فضل خان اچھے صاحب قلم تھے۔ مرزا غلام احمد اپنی تالیفات میں ان سے علمی مدد لیتا تھا۔ مولوی فضل خاں مرزا غلام احمد سے عمر میں کچھ کم لیکن علمی

قابلیت میں اس سے فائق تھے ان دو کے علمی رابطے تھے پھر معلوم نہیں کیا ہوا کہ مولوی فضل خاں مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے مغالطے میں آ گئے اور اس کے الہامات کا ان پر اثر ہو گیا۔ حکیم نور الدین بھی مولوی فضل خاں کے معتقد تھے اور وہ مولوی فضل خاں کی کتابوں کی اشاعت کرتے تھے۔ مولوی فضل خاں کا مسکن چنگا بنگیال کافی عرصے سے شیاطین کا مرکز چلا آ رہا تھا ان کے بھی ان شیاطین سے رابطے قائم ہو گئے جو مرزا غلام احمد پر اترتے تھے یہاں تک کہ پھر مولوی فضل خاں پر بھی بقول خود وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا تاہم مولوی فضل خاں نے مرزا غلام احمد کی زندگی میں کھلا دعوی نبوت نہ کیا ہم ذیل میں مولوی فضل خاں کی ایک پرانی تحریر جو ان کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں کے پاس موجود ہے۔ ہدیہ قارئین کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس وقت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے تھے مولوی محمد فضل خاں کی وہ پرانی تحریر یہ ہے۔

میرے پر اب بھی وحی کا سلسلہ جاری و ساری ہے مگر میں حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مولوی فضل خاں بقلم خود۔

ہم اس کا عکس فوٹو بھی ساتھ دیے دیتے ہیں۔

موضع چنگا بنگیال میں ایک غیبی پیر کی آمد

مولوی فضل خاں (۱۹۳۸ھ) کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں بیان کرتے ہیں ہم بچپن میں تھے کہ ہمارے گاؤں میں اچانک ایک پیر صاحب کی آمد ہوئی۔ پروفیسر صاحب ان کا نام اور مقام معلوم نہ کر سکے تاہم وہ ان کے دادا کو لے کر گاؤں کی مسجد میں گئے۔ وہ اہل سنت کی مسجد تھی وہاں پیر صاحب نے ان کے دادا کو امامت کے لیے کہا میرے دادا نے کہا آپ مسافر ہیں آپ نماز پڑھائیں چنانچہ ان پیر صاحب نے نماز پڑھائی اور میرے دادا نے اس کے پیچھے اہل سنت کے ساتھ مل کر نماز پڑھی یہ گویا کھلے طور پر ان کے دادا کا

قادیانیت چھوڑنے کا ایک اعلان تھا۔

مولوی فضل خاں تک غیب کی باتیں کس طرح پہنچتی رہیں

پروفیسر آصف خاں اپنے بچپن کی یہ حکایت عام بیان کرتے ہیں۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہمارے دادا نے ہمیں علی الصبح کہا کہ اپنے گاؤں میں فلاں آدمی کے گھر جاؤ اور اسے یہ دوا دے آؤ اسے نصف رات سے پیٹ میں درد ہے۔ کبھی کہا۔ فلاں گلی میں فلاں گھر میں یہ سردرد کی دوا دے آؤ۔ اس سے ہم بھی اور گاؤں کے عام لوگ بھی حیران ہوتے کہ مولوی فضل خاں یہ غیبی خبریں کہاں سے سن پاتے ہیں اس وقت تک شاید مولوی فضل خاں پر یہ حقیقت نہ کھلی تھی کہ خواب یا کشف میں کسی غیبی بات کا معلوم ہو جانا یہ کوئی وحی نبوت نہیں ہے۔

ان حالات کی صور ممکنہ معلوم نہیں کسطرح ان پر کھلتی تھیں

ویسے تو ان حالات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے حقیقت حال کیا تھی اسے وہی جانے تاہم بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ کسی محل شیاطین میں ہزاروں جنات کسی پورے علاقے اور ہر گھر میں گھس کر وہاں کی باتیں سنیں اور جس گھر میں کوئی مریض اپنی کوئی شکایت اپنے اہل خانہ کو بتا رہا ہو اسے سن پائیں اور اپنے کسی سربراہ کو وہ مولوی فضل خاں ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی یا چراغ دین جموی یا کسی اور مورد الہام شیطانی کو بتا دیں کہ فلاں گھر میں ایک شخص اور فلاں گھر میں دوسرا شخص فلاں فلاں تکلیف میں مبتلا ہیں اور یہ حکیم اپنی تجویز سے کوئی نہ کوئی دوا انہیں بھیج دے اس سے شیطانی جنات کی یہ خواہش پوری ہو گی کہ یہ جہلاء دیہاتی لوگ آہستہ آہستہ ان کفریات کو بآسانی قبول کر سکیں گے کہ انھوں نے خود ان ملہمین شیطانی کو بارہا غیبی خبروں پر مطلع پایا ہے۔

اس قسم کی غیبی خبریں اور ان پر مرزا غلام احمد کو مختلف اوقات میں اطلاع ہو جائے ایسے واقعات ایک نہیں بیسوں آپ کو حقیقۃ الوحی میں ملیں گے

اور ان جیسے حیرت افزاء واقعات سے سطحی سمجھ رکھنے والے لوگوں کا کسی ابتلاء میں آ جانا بہت آسان معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح بعض لوگوں کو جنات کی ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں اسی طرح بعض اوقات وقت کے برگزیدہ لوگ بھی ان جناتی ڈیروں اور شیطانی مراکز پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے نورانی علم سے ان کی ظلمت تار تار کر دیتے ہیں مولوی فضل خاں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ اچانک ایک پیر صاحب ان کے ہاں آ وارد ہوئے اور انھیں لے کر گاؤں کی مسجد میں پہنچ گئے اور وہاں مولوی فضل خاں کے قادیانیت سے توبہ کرنے کی خبر عام ہوگئی۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے خلفاء میں مانسہرہ کے نور عالم چشتی بھی ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا ذکر فوز المقال فی خلفاء پیر سیال میں ملتا ہے حضرت نور عالم چشتی کے بیٹے قاضی عبدالحق فاضل دیوبند تھے اور انھیں ان کے والد نے ہی دیوبند بھیجا تھا۔ ان کے بیٹے مولوی محمود حسن کچھ دن چنگا بگیال کے قریب آ کر ٹھہرے چنگا بگیال کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں چھپر شریف کے نام سے معروف ہے وہاں آج کل وارثی سلسلہ کے ایک پیر اپنا مرکز بنائے ہوئے ہیں۔

مولوی محمود حسن مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ وہاں بطور مہمان ٹھہرا ہوا تھا کہ وہاں میں نے بھی ایک رات دو غیبی آوازیں سنیں میں جس کمرہ میں سویا ہوا تھا وہاں اور کوئی نہ تھا میں یہ آوازیں سنتے ہی پسینہ سے شرابور ہو گیا اس گھبراہٹ میں میں اٹھا اور میں نے بتی روشن کی کمرہ میں کوئی نہ تھا اور کواڑ بھی اندر سے بند تھا۔ میں پھر سویا تو وہی دو شخص پھر اس کمرے میں باتیں کرنے لگے میرے دل میں خیال گزرا شاید یہ وہی جن ہیں جو مولوی فضل خاں کے پاس آتے سنے گئے ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان دونوں کو خوب سنائیں اور ان پر بہت لعن طعن کی تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی غیبی پیر تھا یا کوئی فرشتہ جو

مولوی فضل خاں کو مسجد میں لے گیا تھا اور اسے توبہ نصیب ہوئی تھی۔

اس سے پہلے ایک دفعہ مولوی منظور احمد شاہ عاصی اور گوجر خاں کے مولوی محمد متین صاحب مولوی فضل خاں کو عقیدہ ختم نبوت کی دعوت دینے کے لیے گئے تھے اور ان کے پوتے محمد آصف نے ان پر فائرنگ کی تھی۔

پٹیالہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم پر کب الہامات ہونے شروع ہوئے

جس طرح ڈاکٹر عبدالحکیم مرزا غلام احمد کے پہلے دور کے ساتھیوں میں سے تھے پھر ان پر بھی الہامات کا آغاز ہو گیا اب مرزا غلام احمد نے کہا میں اپنے حلقہ میں دوسرا نبی نہ بننے دوں اس دور کے دعویٰ نبوت کو صرف اپنے لیے مخصوص کروں چنانچہ اس نے حقیقت الوحی میں لکھا۔

نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

مولوی محمد فضل خاں نے اسی لیے اپنے دعویٰ نبوت کو مرزا غلام احمد سے چھپا رکھا تھا کہ مرزا غلام احمد نہ چاہتا تھا کہ ان کے سوا کوئی اور بھی اسی دور میں نبی ہو اس کا دعویٰ بھی رہا کہ نبی کا نام پانے کے لیے اس دور میں میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ...... ہے کہ مولوی فضل خاں کو قادیانیت سے توبہ نصیب ہوئی اور آج ان کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں تبلیغ کے دعوت کے کام میں ایک سرگرم رکن ہیں۔ وللہ الحمد۔

یہ بات بھی ہمارے قارئین کے لیے کچھ کم سنسنی خیز نہ ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے مرزا صاحب کو اپنے اس الہام سے خبر دی تھی کہ وہ ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے موت کی آغوش میں چلے جائیں گے مرزا صاحب نے اسے ایک مضحکہ خیز بات قرار دیا اور پھر دنیا نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ خبر سنی کہ مرزا صاحب وبائی

ہیضہ سے اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے ہیں اس پر پورے ہندوستان میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی اس پیشگوئی پر اظہار حیرت کیا گیا اور متعدد مسلمانوں نے انھیں مبارک باد دی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیش گوئی کو مرزا غلام احمد نے بھی اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں نقل کیا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لیے ایک نشان ہوگا یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے...... اس نے پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے اس کی پیشگوئی کے مقابل مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کر دے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۱ رخ جلد ۲۳ ص ۳۳۷)

اس سنسنی خیز انکشاف پر کہ مرزا صاحب واقعی ۲۶ مئی کو ہیضہ سے مر گئے۔ ہم سنسنی خیز انکشافات کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔